جہنم
نگہت ہاشمی
AL-NOOR INTERNATIONAL
النور
پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہنم

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : جہنم

مُصنّفہ : نگہت ہاشمی

طبع اوّل : دسمبر 2007ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 98/CII گلبرگ III فون: 042-7060578-7060579

فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1 ' کینال روڈ' فون :041 - 872 1851

بہاولپور : 7A' عزیز بھٹی روڈ' ماڈل ٹاؤن اے' فون: 062 - 2875199

2885199' فیکس : 062 - 2888245

ملتان : 888/G/1' بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی' بوسن روڈ' گلگشت

فون: 061 - 6223646 6220551

ای میل : alnoorint@hotmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

مومن کمیونیکیشنز 48-B گرین مارکیٹ بہاولپور

فون نمبر 062 - 2888245

قیمت : روپے

ابتدائیہ

حفاظت انسان کی فطرت کا مطالبہ ہے۔ انسان اسے اپنے لیے کتنا ضروری سمجھتا ہے اُس کی پوری زندگی عملی تصویر ہے۔ انسان اپنی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔ حفاظت اُس کی تمنا ہے۔ حفاظت کی اُسے حرص بھی ہے اور حفاظت اُس کی ضرورت بھی ہے۔ جیسے جان کی حفاظت، مال کی حفاظت، صحت کی حفاظت، جسم کی حفاظت، عزت کی حفاظت، رشتوں کی حفاظت وغیرہ۔ جتنا انسان باشعور ہوتا ہے اُتنا ہی زیادہ محفوظ رہنا چاہتا ہے۔ یوں لگتا ہے انسان کی ساری زندگی حفاظت کے گرد گھومتی ہے۔

انسان اپنی رہائش کے لیے محفوظ ٹھکانہ چاہتا ہے جہاں اُس کی اجازت کے بغیر کسی کی رسائی نہ ہو، جہاں وہ اپنی زندگی کو صحیح انداز میں گزارنے کے لیے کچھ وقت الگ بسر کر سکے، جہاں اُسے موسم کے سرد وگرم سے بھی پناہ مل سکے اور حالات کے نشیب و فراز سے مقابلہ کرنے کے لیے بھی کچھ وقت مل سکے۔ گھر جہاں انسان کے جذبوں کی حفاظت ہوتی ہے، جہاں سے محفوظ رہنے کے لیے دیگر انتظامات کیے جاتے ہیں۔ مثلاً جسم کی حفاظت کے لیے لباس کی تیاری اور اس کی صفائی کا اہتمام یہیں ہوتا ہے، صحت کی حفاظت کے لیے بیماریوں سے بچاؤ کے لیے ذاتی صفائی اور اشیائے ضرورت کا انتظام بھی یہیں سے ہوتا ہے، جان کی

حفاظت کے لیے خوارک کی حفاظت کا انتظام بھی یہیں ہوتا ہے اور کھانے کے لیے اور کھانے کے بعد اُس کی باقیات کی صفائی کا انتظام بھی یہیں ہوتا ہے جس کی وجہ سے جراثیموں اور بیماریوں سے کسی حد تک محفوظ رہنا ممکن ہوتا ہے۔ جان کی حفاظت کے لیے گوشۂ عافیت گھر ہی ہے۔ انسان چور اُچکوں اور ڈاکوؤں سے بچنے کے لیے گھر کو محفوظ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اولاد کی حفاظت اور رشتوں کی حفاظت کے لیے بھی گھر ہی مرکز ہے۔

اگر دیکھا جائے تو انسانی زندگی میں دو چیزیں انسان پر بہت حاوی رہتی ہیں: حفاظت اور اس کے لیے گھر۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کی عمر کا ایک بڑا حصّہ ان دونوں کے لیے وقف ہو جاتا ہے۔ انسان ہر قیمت پر بے گھر ہونے اور غیر محفوظ ہونے سے بچنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے وہ وقت لگاتا ہے، صلاحیتیں لگاتا ہے، مال لگاتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی کامیابی سے گزار سکے۔

انسان اپنا سب کچھ لگا کر جس کی حفاظت کرنا چاہتا ہے وقت آنے پر وہ جسم روح سے خالی ہو جاتا ہے۔ پھر رشتے اور تعلقات کٹ جاتے ہیں۔ پھر جسم، مٹی سے بنا ہوا جسم، مٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور جب جسم ہی باقی نہ رہے تو جان کی حفاظت، صحت کی حفاظت، لباس کی حفاظت اُس کے لیے بے معنی ہو جاتے ہیں۔ انسان اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر جس کی حفاظت کرنا چاہتا ہے وہی نہیں رہتا۔

ہاں انسان ایک گھر سے دوسرے گھر میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

نیا گھر

جو مٹی کا ہے۔

کیڑوں کا ہے۔

وہیں ساری زندگی کی محنت، زندگی کا مال، سارا سرمایۂ زندگی مٹی میں مل جاتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اُٹھائیں گے تو وہ حفاظت کا حریص انسان تن تنہا اللہ تعالیٰ کے آگے حاضر کر دیا

جائے گا۔ جہاں اُس کا مال اُس کے کام نہیں آئے گا، جہاں اُس سے سب کچھ چھن جائے گا، جہاں حساب کتاب ہوگا، جہاں نئے گھر میں جانے کی تیاری ہورہی ہوگی۔ وہ گھر جو ہمیشگی کا ہے، جو انسان کو اُس کی کوششوں کے نتیجے میں ملے گا۔ وہاں اُس سے اُس کی کوششوں کے بارے میں سوالات ہوں گے:

☆ عمر کن کاموں میں گزاری؟

☆ جوانی کن کاموں میں پُرانی کردی؟

☆ علم ـــــــ عمل کہاں تک کیا؟

☆ مال کہاں سے کمایا؟ کہاں خرچ کیا؟

اور کتنے ہی انسان جو دنیا کے لیے جیتے رہے حیران وششدررہ جائیں گے، کوئی جواب نہ دے پائیں گے۔ انسان پر ایک کے بعد ایک بجلی گرے گی۔

اُسے پتہ چلے گا:

میرا وقت برباد ہوگیا۔

زندگی ختم ہوگئی۔

مال ضائع ہوگیا۔

اور نیک اعمال جن کے لیے کوشش کرنا تھی وہ نہیں ہیں۔

اُس وقت انسان کو سمجھ آئے گی لیکن اُس وقت سمجھنے سے کیا حاصل؟

اُس وقت انسان کہے گا:

مَآ اَغۡنٰی عَنِّیۡ مَالِیَہۡ ۚ هَلَكَ عَنِّیۡ سُلۡطٰنِیَہۡ (الحاقہ 29,28)

''آج میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار ختم ہوگیا۔''

انسان کو یقین آجائے گا کہ وہ بازی ہار گیا۔

☆حفاظت کی مگر مال نہیں بچا۔

☆حفاظت کی مگر گھر نہیں بچا۔

☆حفاظت کی مگر زندگی نہیں بچی۔

پھر انسان کی ساری کوششوں کو، مال کو، زندگی کو آگ لگ جائے گی۔

آگ، بھڑکتی ہوئی آگ، شعلے مارتی ہوئی آگ، پھُنکارتی ہوئی آگ، دھاڑتی ہوئی آگ، اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ، اُس کی لپٹیں گھیرے میں لے چکی ہیں۔ یہ گھیرا تنگ ہو رہا ہے اور اس آگ کا دُھواں، سیاہ کربناک دُھواں، تین شاخوں والا دھواں، اوپر بہت ہی اوپر تک پہنچا ہوا دُھواں، انتہائی بھیانک دُھواں، آگ کے غضبناک ہونے کا اظہار کرتا ہوا دُھواں خبر دے رہا ہے کہ آگ بڑھتی اور پھیلتی چلی جا رہی ہے۔

وقت قریب آ لگا ہے

جب غیب کا پردہ پھٹ جائے گا۔

جب ان آنکھوں سے وہ دُھواں نظر آنے لگے گا۔

جب کان اُس غضبناک آگ کا دھاڑنا سن لیں گے۔

وہ آگ

دنیا کی آگ سے اُنہتر (69) درجے زیادہ گرم آگ (مسلم)

وہ بہت بڑی آگ جس سے اہلِ جہنم کے لباس تیار کیے جا چکے ہیں، اُسی آگ سے بستر بچھائے جا چکے ہیں، فرش بنائے جا چکے ہیں۔ اُسی آگ سے سارے رسول اتنے دہشت زدہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ کر فریاد کریں گے:

رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ

"اے میرے ربّ مجھے بچا لے! اے میرے ربّ مجھے بچا لے!"

یہی آگ تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس کا تذکرہ تلاوت کے دوران سنا تو بے ہوش ہو گئے۔ یہی آگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رُلاتی تھی۔ ربّ العزت نے سچ فرمایا:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا (بنی اسرائیل:57)

''یقیناً تیرے ربّ کا عذاب ڈرانے والا ہے۔''

یہی آگ ہے جس پر سے ہر ایک کا گزر ہوگا۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ج كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (مریم:71)

''اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو جہنم پر وارد نہ ہو۔ یہ تو ایک طے شدہ بات ہے جس کو پورا کرنا تیرے ربّ کے ذمہ ہے۔''

ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (مریم:72)

''پھر ہم اُن کو بچالیں گے جو (دنیا میں) متقی تھے اور ظالموں کو اُسی میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔''

جہنم سے گزرنا یقینی ہے لیکن نجات غیر یقینی ہے۔ اُس وقت دوزخ کے چیخنے اور چنگھاڑنے کی آوازیں آئیں گی اور اللہ تعالیٰ کے مجرموں کو ہلاکت کا یقین آجائے گا۔ اُس وقت ایک پکارنے والا پکارے گا:

کہاں ہے فلاں شخص؟ جو فلاں کا بیٹا ہے، جو ساری زندگی لمبی لمبی اُمیدیں باندھتا رہا، جو نیک اعمال کرتے ہوئے سُستی کرتا تھا، جو اپنی قیمتی زندگی برائیاں کرتے ہوئے گزارتا رہا تھا، جس نے اُس چیز کی حفاظت کی جو بچنے والی نہیں تھی، جس نے عارضی گھر، عارضی مال اور عارضی زندگی کے لیے سب کچھ ہار دیا۔

کتنا گھاٹے کا سودا ہے؟

اپنے لیے اپنے ہی ہاتھوں آگ کا سودا۔

☆ کیا ساری زندگی کی کوششیں آگ کے گھر کے لیے ہیں؟

☆ کیا جسم کی حفاظت آگ کے گھر کے لیے ہے؟

☆ کیا صحت کی حفاظت بھڑکتی ہوئی آگ کے لیے ہے؟

☆ کیا اولاد پر کی جانے والی ساری محنت آگ کے لیے ہے؟

☆ کیا یہ زندگی آگ میں جانے کے لیے ملی ہے؟

کہاں ہے تمنا؟ حفاظت کی تمنا۔

کہاں ہے حرص؟ حفاظت کی حرص۔

کہاں ہے ضرورت؟ حفاظت کی ضرورت۔

انسان کو رہائش کے لئے محفوظ پناہ گاہ کی، گھر کی ضرورت ہے۔

کیا فقط اسی زندگی کے لیے؟

کیا عارضی گھر ہی انسان کا سب سے بڑا خواب ہے؟

کیا ہمیشہ کے لیے آگ ہی اُس کا حسنِ انتخاب ہے؟

انسان کو موسم کے سرد و گرم سے پناہ چاہیے۔

کیا محض عارضی زندگی کے لیے؟

کیا ہمیشہ کی زندگی کی قیمت پر؟

کیا آگ کا سودا کر کے محض مختصر زندگی کے لیے پناہ چاہیے؟

انسان اولاد سے محبت کرتا ہے۔

یہ کیسی محبت ہے؟

اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کے لیے آگ کا سودا؟

کیا انسان کو اولاد اس لیے ملی ہے کہ

وہ اسے اپنے ہاتھوں آگ میں جھونک دے؟

ربّ، ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والے نے فرمایا:

قُوْآ اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (التحریم:6)

''اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔''

انسان رشتوں اور تعلقات کی حفاظت چاہتا ہے۔

کیا فقط اسی دنیا کے لیے؟

کیا اپنے ہر رشتے کے لیے اُس کی محبت کا یہی تقاضا ہے کہ

وہ اُسے آگ میں جھونکنے کا سامان کر دے؟

انسان عزت چاہتا ہے۔

کیا فقط عارضی دنیا کی عزت؟

کیا مختصر وقت کی عزت کے لیے

ہمیشہ کی زندگی کی عزت کو داؤ پر لگا کر؟

کتنا بڑا گھاٹا ہے!

کتنا بڑا خسارا ہے!

کتنا بڑا نقصان ہے!

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (الاعلیٰ16،17)

''بلکہ تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔''

ہائے اے انسان!

کس چیز نے تجھے دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟

ربّ نے کتنی سچی بات ارشاد فرمائی ہے:

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر)

’’زمانے کی قسم! انسان خسارے میں ہے سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے، جنہوں نے نیک عمل کیے، جو آپس میں ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور جو آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہے۔‘‘

آؤ!

حفاظت کرلیں اپنے ایمان کی، اپنے اعمال کی۔

یہی راستہ ہے آگ سے بچاؤ کا، عذاب سے حفاظت کا۔

اسی آگ سے بچانے کے لیے رسول آئے۔

اسی آگ سے بچانے کے لیے قرآن آیا۔

حی علی الفلاح

آؤ کامیابی کی طرف۔

زندگی کی اصل حقیقت کی طرف۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ (ابن ماجہ 3502/2)

’’اے اللہ! ہمیں آگ سے بچالیجیے۔‘‘

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَھَنَّمَ قلے **اِنَّ عَذَابَھَا کَانَ غَرَامًا** قلے **اِنَّھَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا** (الفرقان:65,66)

”اے ہمارے رب! جہنم کے عذاب سے ہم کو بچا لے۔ اُس کا عذاب تو جان کالا گو ہے۔ وہ تو بڑا ہی بُرا مُستقر اور مقام ہے۔“

اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَآئِیْلَ وَمِیْکَآئِیْلَ وَرَبَّ اِسْرَافِیْلَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ حَرِّ النَّارِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (نسائی، کتاب الاستعاذہ من حر النار)

”اے اللہ! جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ربّ! میں آگ کی گرمی اور عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“

نگہت ہاشمی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الزمر کی دو آیات آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ ارشاد ہے اُس کا جس نے سارے جہانوں کو بنایا، جس کے قبضہء قدرت میں ہماری جان بھی ہے، جس سے زیادہ سچی بات نہ کل کسی کی تھی، نہ آج ہے، نہ آئندہ ہو سکتی ہے، جس کی ذات حق ہے، جس کا کلام حق ہے، اُس نے فرمایا:

وَسِیۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی جَھَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوۡھَا فُتِحَتۡ اَبۡوَابُھَا وَقَالَ لَھُمۡ خَزَنَتُھَاۤ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَتۡلُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ رَبِّکُمۡ وَیُنۡذِرُوۡنَکُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ ھٰذَا ؕ قَالُوۡا بَلٰی وَلٰکِنۡ حَقَّتۡ کَلِمَۃُ الۡعَذَابِ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ (الزمر:71)

''وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ جب وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اس جہنم کے کارندے ان سے کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہی میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ جنہوں نے تم کو تمہارے رب کی آیات سنائی ہوں اور تمہیں اس بات سے ڈرایا ہو کہ ایک وقت تمہیں یہ دن بھی دیکھنا ہوگا۔ وہ کہیں گے، ہاں آئے تھے مگر عذاب کا فیصلہ کافروں پر چپک گیا۔''

جب سے انسان اس دھرتی پہ آیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، اُس کی مہربانی ہے، اُس کی رحمت ہے کہ اُس نے اُسے فقط اُس کی عقل کے سہارے بے یارومددگار نہیں چھوڑا۔ اُسے جنت سے زمین پر اتارا تو بتادیا:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ج فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرہ:38)

''اُتر جاؤ اس میں سے سارے کے سارے پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے گی، جو اس ہدایت کی اتباع کرے گا اس کے لیے نہ خوف ہوگا نہ غم۔''

آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ کے دور تک اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء علیہم السلام بھیجے، جتنی کتابیں بھیجیں، ان کی تعلیمات میں کچھ بنیادی نکات کا تذکرہ ہمیں ملتا ہے۔کوئی فرق نہیں، نہ تورات میں، نہ زبور میں، نہ انجیل میں اور نہ قرآن میں۔ایک پیغام [message]، ایک سبق [lesson]، ایک ہی حقیقت ہے اور جو حقیقت ان کتابوں میں بتائی گئی اس کا عنوان کیا ہے؟ انسان۔اس کا مدعا، اس کا مقصد کیا ہے؟ انسان کی ہدایت، اُس کی کامیابی۔اللہ تعالیٰ کی ہر ہدایت، ہر رہنمائی یہی وضاحتیں کرتی رہی کہ اے انسان! تم خود سے پیدا نہیں ہوئے، تمہارا کوئی پیدا کرنے والا ہے، تمہارا کوئی خالق، تمہارا کوئی مالک، تمہارا کوئی رازق ہے۔دنیا میں تم آنکھیں کھول کر دیکھتے ہو تو تمہیں پتہ چلتا ہے کہ کوئی چیز بھی بغیر پیدا کرنے والے کے پیدا نہیں ہوجاتی۔کوئی چیز بھی بغیر حفاظت کرنے والے کے، بغیر انتظام کرنے والے کے درست نہیں رہتی۔جیسے ہر چیز کا کوئی پیدا کرنے والا ہوتا ہے ایسے ہی تمہارا اور اس پوری کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔یہ پہلی حقیقت ہے، یہ پہلا نقطہ ہے۔

دوسرا نقطہ یہ ہے کہ جب اس نے تمہیں بنایا تو یونہی بے مقصد نہیں بنا دیا۔ تمہاری زندگی کا مقصد ہے۔ جیسے ہم جہاں بیٹھے ہیں، اس آڈیٹوریم کے بنانے کا ایک مقصد ہے۔ پرسکون انداز میں جو پروگرام بھی یہاں پر deliver کیا جائے، سب لوگ آسانی کے ساتھ، سہولت کے ساتھ بیٹھے ہوئے اسے دیکھ سکیں۔ یہاں کی ایک ایک نشست، electricity کا ایک ایک کام، یہاں کے پنکھے، lights، cooling system، سٹیج کے پیچھے موجود screen اور چھت، ہر ہر چیز اسی پروگرام کے مطابق ہے کہ سننے میں، دیکھنے میں سہولت ہو، انسان سکون کے ساتھ اخذ کرسکے۔ ایسے ہی ایک مقصد ہمارے گھر بنانے کا بھی ہے اور وہ مقصد کیا ہے؟ کہ ہم وہاں ساری society، سارے ماحول سے کٹ کے سکون کے ساتھ، جتنے لمحات بھی اللہ تعالیٰ نے زندگی کے دے رکھے ہیں وہ بِتا سکیں۔

ایسے ہی دیکھئے کہ آپ نے جو لباس پہنا ہے، اس کا مقصد ہے کہ یہ جسم کو ڈھانپے۔ اسی طرح کتنے ہی لوگ ہیں جو glasses استعمال کرتے ہیں۔ کیوں؟ تاکہ اگر بغیر glasses کے درست نظر نہیں آتا تو ان کے ساتھ صحیح دیکھ سکیں۔ کانوں کے لیے hearing aid لگائی جاتی ہے تاکہ جس کو کم سنائی دیتا ہے وہ اس سے مناسب انداز میں سن سکے، عام افراد کو اس کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ یہ دیکھئے کہ اگر ہر چیز کا مقصد ہے تو یقیناً وہ جس کی خاطر یہ سب اشیاء بنائی گئیں اس کی زندگی کا بھی مقصد ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ **انسان کی زندگی کا کیا مقصد ہے**؟ ایک مقصد وہ ہے جو انسان خود متعین کرسکتا ہے اور جو مقصد وہ خود متعین کرے، پچاس ساٹھ برس زندگی گزارنے والا انسان نہ پہلے زمانے کو جانے، نہ آئندہ آنے والے، نہ اپنے دور کے اعتبار سے یہ دیکھ سکے کہ ہر جگہ، ہر علاقے میں رہنے والوں کی کیا ضروریات ہیں؟

تھوڑی دیر پہلے میں اس ہال کی آخری اور سب سے اونچی قطار میں بیٹھی ہوئی تھی اور

ایکstudent سے میری بات ہو رہی تھی۔ وہ کہنے لگیں کہ آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟ میں نے کہا کہ یہاں سے پورا ہال اچھی طرح دکھائی دیتا ہے اور یہاں سے پوری activity اچھی طرحobserve کی جاسکتی ہے۔ ابھی تو یہ تھوڑا سا فاصلہ ہے اور ہندو دھرم کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ بھگوان اوپر بیٹھا کیا جانے؟ جبکہ ان کے مقابلے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ اوپر بیٹھا سب کچھ جانتا ہے۔ وہی تو جانتا ہے ہماری نفسیات، ہماری ضروریات۔ اس نے ہمیں زندگی گزارنے کا ضابطہ دیا اور یہ بتادیا کہ

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک:2)

''اُس نے موت اور زندگی کو بنایا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے؟''

یہ زندگی امتحان ہے۔ اس کا مقصد امتحان میں کامیابی ہے۔ اس طرح ہمیں انبیاء علیہم السلام کی ہدایات سے پتہ لگ گیا کہ زندگی کامیابی کے لیے ملی ہے ناکامی کے لیے نہیں۔ ہر امتحان میں ضروری نہیں ہوتا کہ 100% لوگ ہی پاس ہوجائیں، امتحان clear کر لیں یا کامیابی کے اعلیٰ مدارج تک جا پہنچیں کیونکہ human nature مختلف ہے، لوگوں کے کام کرنے کے انداز، تیاری کرنے کے انداز مختلف ہیں جس کی وجہ سے اپنی ذہنی صلاحیت کے مطابق ہر کوئی اپنے لیے تیاری کرتا ہے اور کامیابی بھی اسی اعتبار سے ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے مقصد بتایا، ایسے ہی تیسری بات انجام کے بارے میں بتادی کہ دیکھو! اگر مقصد پورا کیا تو جنت تمہارے لیے ایک خوبصورت مقام ہے، انعام کے طور پر، رحمت[blessing] کے طور پر تمہیں عطا کی جائے گی۔

اور اگر تم نے مقصد پورا نہ کیا تو یاد رکھنا!

جہنم تمہارا انجام بننے والی ہے۔

یہ بات ہر نبی نے کہی، یہ بات اللہ کے رسول ﷺ نے کہی کہ اے لوگو! غور سے میری بات سن لو! خوب اچھی طرح سے کان کھول کر سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے جو آگ بنائی ہے وہ میں نے دیکھی ہے، اپنی ان آنکھوں سے دیکھی ہے، جہنم کی آگ، دہکتی ہوئی، بھڑکتی ہوئی پھنکاریں مارتی ہوئی۔

وہ آگ جو جسم اور جان سے چمٹ جانے والی ہے۔

وہ آگ جو نہ زندہ رہنے دے، نہ مرنے دے۔

دنیا کی آگ سے 69 درجے زیادہ گرم آگ۔

اور انہوں نے ہی بتایا کہ آگ میں داخل ہونے والوں کے لیے تیاری کر لی گئی، اُن کے لیے آگ کے لباس کاٹے جا چکے۔ ہمیں بڑی حیرت ہوتی ہے، بھلا آگ کا ایسا وجود ہے جو کٹ سکتا ہو؟ جو الگ الگ ہو سکتا ہو؟ یہ بازو بن گئے آگ کے، یہ shirt کا سامنے کا ٹکڑا ہے اور یہ پیچھے والا اور یہ نیچے پہننے کے لیے ٹراؤزر یا شلوار ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ جس نے آگ بنائی وہ جانتا ہے کہ کیسے ممکن ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا کہ اس آگ کے لباس کاٹے جا چکے۔ قرآن یہ بتاتا ہے کہ آگ کے لباس کٹ چکے، آگ کے سائبان موجود ہیں یعنی جسم پہ بھی آگ، پھر آگ ہی کا سایہ۔

اس وقت ایک چھت کا سایہ ہے جس کے نیچے ہم بیٹھے ہیں۔ اس cool ماحول میں بیٹھ کے جہنم کے ماحول کی شدت کا اندازہ کرنا کتنا مشکل ہے! وہاں پر کیا ہوگا؟ آگ کی چھتریاں ہوں گی، آگ کی بھاری بیڑیاں۔ بیڑیاں پاؤں میں پہنائی جاتی ہیں جس کے بعد انسان کے لیے چلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر آگ ہی کی بوجھل زنجیریں ہیں، اسی طرح آگ ہی کے وزنی ہتھوڑے ہیں اور آگ میں تپائی ہوئی تختیاں ہیں۔ پھر اس آگ میں پیدا ہونے والے زہریلے سانپ، کچھ نہ چھوڑنے والے اور آگ میں پیدا ہونے والے زہریلے بچھو اور مچھر۔

آج کتنے ہی ایسے instruments تیار ہو چکے جن کی وجہ سے مچھروں کا خاتمہ محض ایک ہلکی سی حرارت کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ ایک light attract کرتی ہے اور مچھر اس کے ساتھ جا چمٹتے ہیں اور پھر ان کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کہاں گئے؟ وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ آگ کے اندر پیدا ہونے والے بچھو، آگ کے اندر پیدا ہونے والے مچھر کتنے resistant ہوں گے! کتنے زیادہ strong ہوں گے کہ جنہیں آگ ہی نہ جلا سکے بلکہ آگ ہی سے جنہیں بنایا گیا ہو۔

اسی طرح ہمیں یہ بتایا گیا کہ آگ ہی کے اندر ایک درخت پیدا ہوگا، تھوہر کا درخت، زقوم کا درخت جس کو کھانے والا پہلے تو اس کو حلق سے گزار نہیں پائے گا اور اگر وہ گزر بھی جائے گا تو آنتوں کا کچھ نہیں چھوڑے گا اور یہ کسی خواب کی دنیا کی باتیں نہیں ہیں، reality ہے۔ یہ حقیقت اپنے آپ کو باور کرانا کتنا مشکل ہے! اپنے آپ کو سمجھانا کتنا مشکل ہے! فوراً ذہن میں یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ سب کچھ، یہ سارا سلسلہ، یہ سارا جہان بنانے کی ضرورت کیا تھی؟ اور اگر جہان بنایا تو پھر اس آگ کی ضرورت کیا تھی؟ جہان بنانے والے نے جب جہان بنایا تو رہنمائی کا، ہدایت کا اہتمام بھی کیا۔ جہان بنانے والے نے جب جہان بنایا تو اس کے ساتھ ہی یہ inform کر دیا کہ دیکھو! اگر تم نے اپنے وجود کا مقصد پورا نہ کیا تو میں تمہیں اس انجام تک پہنچا دوں گا۔ سب کچھ بتا دینے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے کتنا پکار پکار کر کہا:

اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقه ولو بشق تمرة: 2350)

”آگ سے بچو اگر چہ کھجور کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا دے کر ہی کیوں نہ بچو اور جو یہ بھی نہ پائے وہ اچھی بات کہہ کر ہی بچے۔“

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

"لوگو! میں نے تمہیں آگ سے ڈرا دیا ہے۔

لوگو! میں نے تمہیں آگ سے ڈرا دیا ہے۔"

آپ ﷺ مسلسل یہی کلمات ارشاد فرماتے رہے (اس وقت آپ ﷺ کی آواز اس قدر بلند تھی کہ) اگر رسول اللہ ﷺ میری جگہ پر ہوتے تو بازار والے آپ ﷺ کی آواز سن لیتے۔ (آپ ﷺ اس قدر بے خودی میں یہ الفاظ ادا فرما رہے تھے کہ) آپ ﷺ کی چادر مبارک کندھوں سے سرک کر آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کے پاس گر پڑی۔" (مشکوۃ المصابیح للالبانی، کتان احوال القیامۃ، باب صفۃ النار واھلھا: 5678/3)

آپ ﷺ نے اس آگ کو تب دیکھا تھا جب آپ ﷺ معراج پر گئے۔

آپ ﷺ نے اسے اپنی نماز کے دوران دیکھا تھا۔ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے اور اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک قدم آگے بڑھایا، تھوڑا سا آگے ہوئے، پھر آپ ﷺ پیچھے ہٹ گئے۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! نماز میں پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا۔ آپ ﷺ آگے کیوں ہوئے اور پیچھے کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جنت مجھے نماز کے دوران دِکھائی گئی، میں نے لپک کر اسے لینا چاہا۔ پھر مجھے جہنم دِکھائی گئی اور میں خوف کے مارے پیچھے ہو گیا۔" (صحیح بخاری: 1052)

یہ مقامات اور ان مقامات کے اندر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ رکھ دیا، سب کچھ حق ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ پکارتے رہے: اے ہوش مند لوگو! اے دانا لوگو! اے بینا لوگو! ایک ایک، دو دو، تین تین سر جوڑ کر بیٹھو، خوب سوچو، خوب سمجھو، ایک دوسرے سے discuss کرو، یہ جاننے کی کوشش کرو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بات ہے۔ بات سچی ہے، وہ سچ ہو جائے گی اور اگر ہم

یہ سوچتے ہیں، %50 خیال آتا ہے کہ وہ نہیں ہوگی اور %50 یہ خیال آتا ہے کہ وہ ہوگی اور آپ دیکھئے کہ جس کا chance 1% بھی موجود ہوا اور وہ ہوگئی تو پھر کیا ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے سب اس بات کو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ساری باتیں سچ ثابت ہوجانی ہیں۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ کی بات سچی ہے اور یہ سب کچھ ہونے والا ہے تو ہمیں اس کے لیے تیاری کرنی ہے۔ اندر سے پوچھ کے دیکھئے: آگ کی بات پڑھتے ہوئے دل میں کیا خیال آتا ہے؟ زبان سے تو سب یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں سچی ہیں لیکن ایسا لگتا ہے وہ کچھ اور لوگوں کے لیے سچی ہیں، اپنی ذات کے لیے اسے محسوس نہیں کرتے۔

میں آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس وقت فقط اپنی ذات کے لیے سوچیں۔ اس وقت اگر کوئی خیال آتا ہے تو اپنے گھر والوں کا آئے لیکن بعد میں، انسانیت کا خیال بعد میں آنا چاہئے۔ سب سے زیادہ اپنے بارے میں سوچیں کہ ہمارا کیا ہوگا؟ انسان کو اپنی جان کی فکر پڑے تو وہ اسے بچانے کے لیے کوشش کرتا ہے اور اگر اس جان کی فکر لاحق نہ ہو تو انسان یہ کہتا ہے کہ اچھا ٹھیک ہے، جیسے دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہم اپنی مرضی کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ فوراً نہیں پکڑتا اسی طرح شاید میں یہاں پر جو جی میں آئے کر کے چلا جاؤں وہ وہاں پہ بھی نہیں پکڑے گا۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ خیال درست نہیں ہے۔ اُس کا قانون بے لاگ ہے۔ وہ انصاف کرنے والا منصف خدا ہے۔ وہ صحیح فیصلے کرنے والا، ہر ایک کے اعمال کے مطابق فیصلے کرنے والا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ وہ جاننے والوں کو اور نہ جاننے والوں کو، اندھے کو اور بینا کو اکٹھا کر دے۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔

ہم جہنم کی آگ کے حوالے سے بات کر رہے تھے۔ اپنے آپ سے ہمیں یہ کہنا ہے کہ اگر آگ کا مذاق اڑانا ہے، اگر آگ کو جھٹلانا ہے، اگر آگ کے بارے میں دل کو یقین نہیں دلانا تو جب آگ سامنے بھڑک رہی ہوگی، جب یہ کہا جائے گا:

هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ کُنْتُمْ بِهَا تُکَذِّبُوْنَ (الطور:14)

''دیکھو! یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

پھر کیا کریں گے؟ آگ کے سامنے اپنے آپ کو کھڑا کر کے تو دیکھئے۔اس وقت یقیناً ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت ہے:

کیا بھاگ سکیں گے؟

کیا کہیں اور رُخ کر سکیں گے؟

کیا ہمارے پاس کوئی اتھارٹی ہوگی؟

کیا دوبارہ زندگی مل جائے گی؟

کیا ایسا کوئی سلسلہ ممکن ہے؟

کچھ بھی ممکن نہیں ہوگا۔جب یہ پیش آنے والا ہے، جب یہ سچی بات ہے تو ہمیں اس کے بارے میں ضرور سوچنا ہے۔سورۃ الفرقان میں ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّکَانٍۢ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّزَفِیْرًا (الفرقان:12)

''وہ جب دور سے ان کو دیکھے گی تو یہ اس کے غضب اور جوش کی آواز سن لیں گے۔''

کون دیکھے گی؟ آگ، جہنم۔جب وہ اپنے مجرموں کو دیکھے گی تو بھڑکے گی، پکارے گی۔آگ کی لپٹوں سے صدائیں آئیں گی اور اس کی بھڑک کی وجہ سے سب لوگوں تک آوازیں پہنچیں گی۔اسی طرح سورۃ الملک میں فرمایا:

اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ (7) تَکَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ کُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ (8) قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَ نَا نَذِیْرٌ لا فَکَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ج

اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ کَبِیۡرٍ (9) وَقَالُوۡا لَوۡ كُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا كُنَّا فِیۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ (10) فَاعۡتَرَفُوۡا بِذَنۡۢبِهِمۡ فَسُحۡقًا لِّاَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ (الملک:7-11)

جب وہ اُس میں ڈالے جائیں گے، وہ اُس کے دھاڑنے کی آوازیں سنیں گے اور وہ جوش مارتی ہوگی۔ قریب ہوگی کہ وہ غصے میں پھٹ پڑے۔ جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے داروغہ اُس سے پوچھیں گے: ''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں! یقیناً ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تھا۔ پھر ہم نے (اُسے) جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نہیں اُتاری۔ تم محض ایک بڑی گمراہی میں ہو۔'' اور وہ کہیں گے: ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو (آج) ہم دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔'' پھر وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔ پھر لعنت ہے ان دوزخ والوں پر۔''

اپنے بارے میں سوچیں: آج جو عمل کر رہے ہیں وہ کہاں لے جا رہا ہے؟ ہم نے ڈرانے والوں کو کیا جواب دیا؟ ہم نے کہا ڈرانے والی باتیں نہ کرو۔ ہم نے کہا جب وہ وقت آئے گا تب دیکھا جائے گا، ابھی یہ باتیں نہ کرو، ابھی تو ہم نے دنیا میں بہت کچھ کرنا ہے۔ کل آخرت کے دن کا اعتراف کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡۤ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ (البقرہ:24)

''لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے تو ڈرو اس آگ سے جس

کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر جو مہیا کی گئی ہے حق کے منکرین کے لیے۔''

ہمارے مالک نے، اُس خالق نے بتایا جو ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والا ہے:

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ط لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (الحجر:44)

''اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے سے اس کے لیے ایک حصہ مختص کر دیا گیا ہے۔''

جہنم جو حق ہے، جو بہت بڑی سچائی ہے، اس کے بارے میں قرآن یہ کہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھی ہے اور رسولِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک انتہائی مکروہ شکل کا، بہت گندی شکل کا شخص دِکھایا گیا جو آگ جلا رہا تھا اور دوڑ دوڑ کر اسے بھڑکا رہا تھا۔ نبی ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا:

اِنَّهُ مَالِكٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ (صحیح بخاری:7047)

''یہ جہنم کا داروغہ ہے جس کا نام مالک ہے۔''

دور دیکھئے گا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کس دور میں دیکھا تھا؟ جب سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا، جہنم بن چکی اور ہزاروں سال سے اس کو دہکانے کا انتظام ہو رہا ہے۔ آپ نے تندور دیکھے ہوں گے جن پر چپاتیاں لگائی جاتی ہیں۔ ان کو چپاتیاں لگانے سے پہلے اچھی طرح دہکا لیا جاتا ہے لیکن آنچ اگر تھوڑی سی بھی زیادہ ہو جائے تو روٹیاں جل جاتی ہیں۔ جہنم کی آگ کے بارے میں سوچئے کہ صدیوں سے، ہزاروں سالوں سے وہ آگ بھڑک رہی ہے اور سوچئے کہ ہر آگ کا کوئی نہ کوئی ایندھن ہوتا ہے، پیچھے کوئی نہ کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جو اس کو بھڑکاتی ہے لیکن جہنم کی آگ کا ایندھن کون ہوگا؟ انسان اور پتھر۔ وہ آگ ہم سے بھڑکائی جائے گی۔ کیسی عجیب بات ہے آگ کی باتیں پڑھیں، آگ کی باتیں سنیں اور پھر بھی صبر کر جائیں، ایسے جیسے کچھ ہونے والا نہیں ہے۔

جہنم کی آگ کے حوالے سے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ سب سے بڑا عذاب آگ کا ہوگا۔اس وجہ سے اسے **النّار** کا نام دیا گیا۔اور جتنے بھی نام ہیں جہنم کے ہر نام میں آگ کے عذاب کا سلسلہ ضرور کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔اس آگ کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ دنیا کی آگ سے جہنم کی آگ 69 گنا زیادہ شدید ہے۔خوب بھڑکائی ہوئی آگ۔ آگ کی لپٹ کیسی ہے؟اور آگ کا بھڑکنا کیسا ہے؟فرمایا:

نَارٌ حَامِيَةٌ (القارعة:11)

''بھڑکتی ہوئی آگ۔''

بھڑکنے کو ہم understand کر سکتے ہیں۔کسی اسٹیل مل کا نقشہ سامنے لے کر آئیں جیسے لوہے کو پگھلانے کے لیے ایسی فیکٹریز لگائی جاتی ہیں کہ ان کے اندر جب لوہے کو پگھلایا جاتا ہے۔پھر جب وہ پگھلی ہوئی صورت میں نکلتا ہے اور بہتا ہے تو اس کو جیسی بھی شکل دینا چاہتے ہیں دیتے ہیں۔یہ آگ 69 درجے کم ہے اور اس آگ سے 69 درجے زیادہ جہنم کی آگ بھڑک رہی ہوگی۔

اگر انسان کو جلانا ہی مطلوب تھا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی جلا دیتا۔اس کے لیے آخرت کا سلسلہ کیوں مختص کیا؟دنیا کی آگ کیا نہیں جلا سکتی؟جلا سکتی ہے۔دنیا کی آگ جلاتی ہے ایک بار اور جہنم کی آگ جلاتی ہے مسلسل۔جہنم کی آگ میں continuity ہے کہ ایک بار بھڑکے گی اور بھڑکتی ہی رہے گی اور قرآن یہ کہتا ہے:

ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (الاعلیٰ:13)

''نہ وہ اس میں جئیں گے نہ مریں گے۔''

ایسی آگ نہیں ہوگی جس میں انسان ختم ہو جائے۔انسان کی روح اس کے اندر باقی رہے گی۔انسان کا جسم جلے گا،اس کا چہرہ،اس کے ہاتھ،اس کی جلد [skin]۔شکلیں بدل

جائیں گی، حال خراب ہو جائے گا، پھر نئی جلد دے دی جائے گی۔skin سب سے زیادہ تکلیف محسوس کرتی ہے۔skin کے کم sensitive ہونے کی وجہ سے تکلیف کا احساس کم ہوتا ہے۔جن کو شوگر کی بیماری ہوتی ہے یا ایسی کوئی disease ہوتی ہے تو ان کی skin کے کم sensitive ہونے کی وجہ سے انہیں اگر کوئی چیز کاٹ لے تو احساس ہی نہیں ہوتا، زخم لگ جائے تو پتہ ہی نہیں لگتا۔اللہ تعالیٰ نے ایک بار skin تبدیل نہیں کرنی بلکہ بار بار skin کے بدلنے کا سلسلہ ہوگا تاکہ انسان بار بار زیادہ شدت سے تکلیف محسوس کر سکے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو متاخر [postpone] اس لیے کیا کہ دنیا دارالامتحان ہے اور آخرت ہی ایسی جگہ ہے جہاں پر انسان کو ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ملے گی۔

جب دنیا میں انسان کو بتا دیا گیا کہ اپنے مستقبل کی طرف دیکھو! اگر تمہیں اچھا ٹھکانہ چاہئے تو اس کے لیے انتظام کر لو، اہتمام کر لو اور اگر تم سمجھتے ہو کہ اس ٹھکانے کے لیے کوئی کوشش [effort] کرنا میرے بس میں نہیں تو ایسی صورت میں پھر جہنم میں جانے کے لیے یہ سوچ لو کہ جہنم کا عذاب کیسا ہے؟ اس کی آگ کیسی ہے؟ اس کے سانپ اور بچھو کیسے ہیں؟ اس کے اندر دیا جانے والا کھانا کیسا ہے؟ وہاں ضیافت کیسی ہوگی؟ وہاں عزت اور اکرام کیسا ہوگا؟ وہاں پر کس نوعیت کی تکلیفیں ہوں گی؟ وہاں پر انسان کو مختلف طرح کی جسمانی، روحانی اور ذہنی اذیتیں دی جائیں گی۔فیصلہ تو ہمیں کرنا ہے کہ جنت چاہئے یا جہنم؟

نبی ﷺ کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں آپ ﷺ کو اپنی امت کی اتنی فکر تھی کہ آپ ﷺ نے جہاں یہ کہا:

اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ (مسلم:2350)

”آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کو دے کر ہی بچو اور جو یہ بھی نہ پائے وہ اچھی بات ہی کہہ کر بچے۔“

اسی آگ کے حوالے سے بتایا کہ اگر کھجور کا ٹکڑا بھی نہیں دے سکتے ہو، اگر یہ بھی ممکن نہیں ہے تو ایک اچھی بات کسی کو بتا دو۔ ایک اچھا کلمہ کسی انسان کو بتاؤ گے تو وہ بات تمہارے لیے جہنم سے ڈھال بن جائے گی۔ کسی تک پہنچایا گیا ایک فقرہ، ایک بات، ایک بول ایسا ہو سکتا ہے جو اس کی زندگی پلٹ دے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ آسانیاں پیدا کر دے، تم پر رحمت کر دے اور تمہیں آگ کے دائمی عذاب سے بچا لے۔

جہنم کی آگ کس نوعیت کی ہوگی؟ دنیا کی آگ سے جب 69 گنا زیادہ گرم ہے اور دنیا کی آگ کا کم از کم درجۂ حرارت 2000%°C شمار کیا جائے تو جہنم کی آگ کا درجۂ حرارت 1,38000%°C ہوگا۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ آگ کتنی شدید ہوگی۔ ایسے لگتا ہے کہ ایک ہی لپٹ سے انسان کا کام تمام ہو جائے گا لیکن انسان ختم نہیں ہو گا کیونکہ موت کو تو ذبح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر مسلسل عذاب ہے، ہمیشہ کا عذاب ہے۔

یہ شدید گرم آگ جس سے جہنمیوں کے لباس بنائے جائیں گے۔ آگ ہی کے بستر، آگ ہی کی چھاؤں، آگ ہی کے لباس، آگ ہی آگ ہر طرف نظر آئے گی۔ باہر نکلنا ہو تو outdoor میں انسان کیا کیا انتظامات کرتا ہے؟ دھوپ کی شدت ہو تو ایسے شامیانے لگائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے دھوپ کی شدت ہم تک اس انداز میں نہ پہنچے۔ جہنم کی قناتیں، جہنم کے شامیانے، جہنم کے اندر، جہنم کے باہر آگ ہی کی ہر چیز۔ جوتے آگ کے، لباس آگ کا، سر کے اوپر پانی پڑے تو کھولتا ہوا پانی۔ جانے کیسا گرم ہوگا؟ آپ ذرا دنیا کے پانی کا اندازہ لگائیں۔ تھوڑی سی حرارت کے ساتھ ہی وہ پانی کھولتا ہے، پھر اس کی بھاپ بن جاتی ہے، پھر وہ پانی نہیں رہتا اور جہنم میں پانی اپنی اصل حالت میں رہے گا۔ یہ کیسا liquid ہوگا جو بھاپ نہیں بنے گا؟ ممکن ہے کہ یہ liquid کسی اور نوعیت کا ہو۔ ممکن ہے کوئی پگھلی

ہوئی دھات ہو، ممکن ہے کہ یہ کسی اور نوعیت کا مائع ہو جس کو بھاپ بننے کی اجازت نہ ہو، جس کو بھاپ بنانا مطلوب نہ ہو۔ اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ جو پانی سر پہ گرایا جائے گا اس کی وجہ سے دماغ کھول اٹھے گا۔ وہ دماغ جس سے انسان دنیا میں سارے ہی کام کرتا رہا، ربّ کے خلاف، ربّ کی باتوں کے خلاف، ربّ کے احکامات کے خلاف سوچتا رہا، تدبیریں، سازشیں، پراپیگنڈے اور سارے ہی وہ کام جو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا۔ اس دماغ کے اوپر جب کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا تو ہوش تو انسان کو آ جائے گا، اسے پتہ تو لگ جائے گا کہ میں نے کتنا بڑا جرم کیا لیکن وہاں سے نجات ممکن نہیں، وہاں سے کوئی چھٹکارا نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی آگ کی خبر دنیا میں دی ہے کہ اگر اپنی اس دنیا میں احساس کرو گے تو کل کی آگ سے نجات پا سکتے ہو۔

انسان کی قوتِ برداشت آگ کے معاملے میں کتنی ہے؟ جون جولائی کے موسم میں انسان ذرا سا باہر نکلے تو گرمی کے مارے ہانپنے لگتا ہے، پیاس کی شدت کے مارے بلبلانے لگتا ہے۔ اگر آپ دیکھیں کہ چھوٹے بچے اور بوڑھے خاص طور پر یہ دو قسم کے افراد ایسے ہیں کہ گرمی کی شدت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ گرمی کی لو کی وجہ سے بعض اوقات ان کی جانیں تک چلی جاتی ہیں حالانکہ یہ گرمی کی شدت کتنی کم ہے جہنم کی گرمی کے مقابلے میں! لیکن دنیا میں اگر انسان اس تھوڑی سی گرمی کی شدت کی وجہ سے وفات پا جاتا ہے تو سوچئے کہ وہاں پر کیا صورتحال ہو گی؟

اسی طرح **جہنم کی گرمی** کے حوالے سے ایک اور بات ہمیں ملتی ہے کہ دنیا میں ہمیں جس قدر گرمی ملتی ہے یہ جہنم کے سانس کی وجہ سے ہے کہ جہنم اپنا سانس باہر پھینکتی ہے تو دنیا میں شدت کی گرمی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان سارے سلسلوں کو خوب جانتا ہے۔ ہماری عقل نہ بھی کام کرے تو جس نے آگ کو بنایا، جو جہانوں کو بنانے والا ہے، وہی بہتر

جانتا ہے کہ اس آگ کی نوعیت کیسی ہوگی؟ وہ ہمیں احساس دلانا چاہتا ہے کہ اُس کا ایک پھنکارا اتنی دور بیٹھے ہوئے دنیا میں تم تک آتا ہے تو تمہاری جان نکل جاتی ہے، تمہارے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ سوچو! جب اس کے اندر آؤ گے تو کیا بنے گی؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اپنے اعمال کی وجہ سے ہم جہنم میں چلے گئے پھر کیا بنے گی؟

ہم جیسا ایک عام آدمی اگر آگ کے بارے میں تصور کرے تو ظاہر ہے کہ اُس کے اعمال ایسے ہیں کہ اسے اس آگ کے بارے میں ہر لمحے سوچنا چاہئے لیکن ذرا دیکھئے کہ قیامت کے دن اس آگ کو دیکھ کر انبیاء علیہم السلام کی حالت کیا ہوگی؟ ان کے اوسان خطا ہو جائیں گے اور انہیں اپنی جان کی فکر پڑ جائے گی۔ اس وقت وہ اللہ رب العزت سے بار بار درخواست [request] کریں گے:

رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ (صحیح بخاری، کتاب التوحید)

''اے میرے ربّ مجھے بچالے!

اے میرے ربّ مجھے بچالے!''

حالانکہ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں بتا دیا گیا، ان کو پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگ سے بچالیا۔ اُن کے دنیا سے جانے سے پہلے یہ decision انہیں مل چکا لیکن اس کے باوجود وہ آگ کو بھڑکتا ہوا دیکھیں گے تو اس کی دہشت اور اس کا خوف اس طرح کا ہوگا کہ اپنی جان کی امان طلب کریں گے۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ہمیں یہ ملتا ہے کہ اس آگ کو یاد کر کے اتنا روتی تھیں کہ اُن کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں (ابوداؤد) اور اسی آگ کے تصور کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑے ہونے کے تصور کی وجہ سے فرماتی تھیں کہ مجھے اتنا ڈر لگتا ہے کہ میرا یہ جی چاہتا ہے کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی۔

یہ خوف ان لوگوں کا ہے جو اپنی زندگی کو بالکل صراطِ مستقیم پر چلانے کے لیے پوری طرح سے کوشاں تھے لیکن اس کے باوجود کتنا زیادہ خوف کھاتے تھے۔ جانتے ہیں خوف کس کو ہوتا ہے؟ خوف اس کے اندر آتا ہے جو جانتا ہو۔ جو نہ جانے وہ بے خوف رہتا ہے۔ مثلاً آپ کسی بچے کو سانپوں کے درمیان بٹھا دیں اس کو خوف نہیں آئے گا، ممکن ہے وہ سانپ کو پکڑ لے، ممکن ہے کہ اس کے منہ کے اندر ہاتھ بھی ڈال دے۔ مائیں ہمیشہ فکرمند ہی رہتی ہیں کہ بچے کہیں کسی سوئچ میں انگلی نہ دے لیں، کہیں کوئی نقصان دہ چیز اٹھا کے پی نہ لیں، کوئی چیز توڑ نہ دیں، کوئی گرم چیز ہاتھ میں پکڑ نہ لیں۔ پچھلے دنوں میری بیٹی کے ہاتھ سے گلاس چھوٹا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ وہ ٹکڑوں کے اوپر پاؤں رکھنا چاہ رہی تھی، کبھی ہاتھ سے پکڑنا چاہ رہی تھی۔ میں نے سوچا: اس کو کیا ہوا؟ میں اسے بار بار بتا رہی ہوں کہ یہ ہاتھ پر لگے گا لیکن اس کو سمجھ ہی نہیں آ رہی۔ انسان کا معاملہ ایسا ہی تو ہے۔ ناسمجھ ہے انسان۔ وہ سمجھتا ہے کہ شاید یہ سب کچھ مجھے تکلیف دینے والا نہیں لیکن تجربات اُسے بتاتے ہیں کہ اُس کے لیے کون کون سی چیز نقصان دہ ہے؟

اگر آگ کی حرارت کا تجربہ کرنا چاہیں تو آپ خود اگر کھانا بناتے ہوئے کسی موقع پر آگ کے قریب ہاتھ کو لے جاتے ہیں تو کتنی تیزی کے ساتھ وہ واپس آتا ہے! کتنی تیزی کے ساتھ انسان اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتا ہے! دنیا کی آگ سے بچانے کے لیے کتنی کوششیں اور دنیا میں جہاں کہیں تھوڑی سی بھی حرارت [heat] ہوتی ہے وہاں رنگت کے جل جانے کا، جلد [skin] کے خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے تو سن اسکرین [sun screen]، سن بلاک [sun block] وغیرہ لگاتے ہیں کہ ہم بچ جائیں۔

کیا اس جلد سے محبت نہیں ہے؟

اس skin پر کبھی ترس نہیں آتا؟

کہ یہ پوری کی پوری skin، یہ پورے کا پورا چہرہ آگ میں جلے اور ہمیں پرواہ تک نہ ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ کی باتیں سچی نہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کے احکامات ہمارے لیے نہیں ہیں؟

کیا نافرمانی کرتے ہوئے،

خدا کے احکامات سے نکلتے ہوئے

یہ بات ذہن میں نہیں آتی کہ

ایسا تو ہمارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے؟

اسی طرح جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جو جہنم کی آگ کے بارے میں غور وفکر کرنے والے تھے، وہ جب آگ کے بارے میں پڑھتے تھے یا سنتے تھے تو کس طرح کی کیفیت میں مبتلا ہوتے تھے؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قرآنِ حکیم کی تلاوت کے دوران جب آگ کے عذاب کی باتیں پڑھتے، ایسی آیات پڑھتے تھے تو بیہوش ہو جاتے تھے۔ اس قدر بیمار پڑ جاتے کہ لوگ عیادت کے لیے آتے۔ (الجواب الکافی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھئے: کتنے مضبوط اعصاب [strong nerves] کے آدمی ہیں! کتنے مضبوط کردار کے آدمی ہیں! اپنے سامنے برائی ہوتے دیکھتے ہیں تو فوراً اس کو مٹانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ کتنا مضبوط نظامِ حکومت انہوں نے قائم کیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کتنا ڈرتے ہیں کہ اس کے بارے میں آیات کو پڑھتے ہوئے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور بے ہوش ہو جاتے ہیں کہ اگر ایسا ہو گیا تو میرا کیا ہوگا؟ اگر میں اس کے اندر داخل ہو گیا تو میرے ساتھ بنے گی کیا؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام جہنم کی آگ کو یاد کر کے اتنا روتے، اتنا روتے کہ ہچکیاں بندھ جاتیں۔ (مستدرک حاکم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک بار کسی لوہار کی دوکان سے گزر ہوا۔انہوں نے آگ کی بھٹی دہکتی ہوئی دیکھی تو جہنم کی آگ یاد آ گئی۔اس آگ کو یاد کر کے اتنا روئے، اتنا روئے کہ بھول گئے کہ آئے کس کام سے تھے؟ (حلیۃ الاولیاء)

اسی طرح حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہمیں یہ ملتا ہے کہ ان کے ہمسائیوں نے روٹیاں لگانے کے لیے تندور جلایا۔حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو جہنم یاد آ گئی اور حواس پہ یہ بات اتنی طاری ہو گئی کہ بے ہوش ہو گئے اور برداشت نہ کر پائے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب بھی جہنم کا تذکرہ ہوتا تو ان کے پیشاب میں سے خون آنا شروع ہو جاتا۔احساس کی شدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔(الاحیاء)

ایک تابعی حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ ساری رات بستر پہ پہلو بدلتے رہتے۔ان کی بیٹی نے پوچھا کہ سب لوگ تو آرام سے سوتے ہیں، آپ کیوں جاگتے رہتے ہیں؟ انہوں نے جو جواب دیا وہ ہمارے لیے بھی لمحۂ فکر یہ ہے۔کہنے لگے: بیٹا! جہنم کی آگ تیرے باپ کو سونے نہیں دیتی۔وہ آگ آنکھوں کے سامنے آتی ہے، وہ نقشہ بنتا ہے تو مجھے وہ تکلیف اپنی ذات پر محسوس ہوتی ہے اور نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور چلی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کتنی سچی بات فرمائی کہ بے شک تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق لیکن ڈرے گا تو وہی جو اس عذاب کے بارے میں جانے گا اور اسے اپنے لیے بھی سمجھے گا۔

جب جہنم والے جہنم پہنچ جائیں گے تو ہر ایک کو اس کا وہ مقام دِکھایا جائے گا کہ اگر وہ اچھے کام کرتا تو جنت کے اس درجے پہ ہوتا۔جنت والے تو جہنم کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا اور شکر ادا کریں گے کہ اللہ! تیرا کتنا بڑا احسان ہے کہ تو نے ہمیں اس اذیت سے، اس تکلیف سے، اس دکھ سے بچا لیا، ہمیشہ کے صدمے سے بچا لیا۔اس کے برعکس جہنم والے اور زیادہ حسرت

میں مبتلا ہوں گے کہ کاش دنیا میں سمجھ لیا ہوتا! یہی تو دنیا ہے، آج کی دنیا، آج کا یہ ماحول جس میں ہم نے اپنے بارے میں فیصلہ کرنا ہے کہ وہ آگ جو تیار ہو چکی اسے اپنا مقدر بنانا ہے یا اس سے بچنے کے لیے کوششیں کرنی ہیں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم:6)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچالو۔“

دوزخ کی آگ سے بچانا ہماری ضرورت ہے، اپنے آپ کو بھی، دوسروں کو بھی لیکن کچھ غلط فہمیاں ایسی ہیں جن کی وجہ سے انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ شاید یہ سب کچھ صرف کافروں کے لیے ہے ہمارے لیے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم کا فیصلہ رویوں کی، اعمال کی بنیاد پر کیا ہے۔ وہ خوش قسمت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پانچ وقت نماز پڑھنے کی توفیق دیتا ہے لیکن اگر آپ مساجد کو دیکھیں تو اُن کی ویرانی کیا بتاتی ہے کہ اس سوسائٹی کی اکثریت ایسی ہے جو نماز بھی باجماعت ادا نہیں کرتی۔ کتنے ہی افراد ایسے ہیں کہ جن سے اگر پوچھیں کہ آپ نے کبھی نماز پڑھی؟ نماز پڑھتے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ نہیں فرصت ہی نہیں ملتی۔ پوچھیں کہ کیا جمعے کی نماز پڑھتے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ وقت ہی نہیں ملتا، عین اس موقع پر مصروف ہوتے ہیں، کیسے جمعہ پڑھنے جائیں؟ اگر پوچھیں کہ عید کی نماز کبھی پڑھی ہے؟ تو جواب ملتا ہے کہ عید کے دن تو ویسے ہی بہت بوریت ہوتی ہے، اس وقت تو ہم سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ آج کتنے ہی افراد ایسے ہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں، ان سے پوچھ کر دیکھئے کہ زندگی میں کبھی نماز پڑھی ہے؟ تو پتہ چلے گا کہ کبھی نہیں اور دوسری طرف اگر دیکھیں تو ایسے افراد بھی ہیں جو کبھی نماز پڑھ لیتے ہیں، کبھی miss کر دیتے ہیں، کبھی چار پڑھ لیں اور ایک miss کر لی کہ کوئی بات نہیں بعد میں قضاء کر لیں گے۔

نمازیں پڑھیں یا نہ پڑھیں، مرضی ہماری تو نہیں ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا؟

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا (النساء:103)

”یقیناً نماز تو مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔“

نماز جیسا فریضہ ہو!

اللہ کے رسول ﷺ کا یہ حکم ہو!

بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلَاۃِ (مسلم:247)

”بندے اور کفر کے درمیان تفریق کرنے والی چیز نماز ہے۔“

اور انسان نمازوں کو چھوڑ کر اتنا مطمئن ہو؟

دلہن بن کر بیٹھے ہیں اور ایسے جیسے نماز کے حوالے سے معافی مل گئی ہو۔ شادی کی تقریب میں اتنے سجے بنے بیٹھے ہیں اب کیا کریں؟ اتنی مشکلوں سے پارلر سے تیار ہو کے آئے، اتنا سرمایہ لگایا اور اب منہ دھولیں؟

دنیا میں اپنے حسن کی جن کو اتنی زیادہ پرواہ ہے، ان کو آخرت میں بھی تو اپنا حسن بچانے کے لیے اتنی ہی زیادہ effort کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ تو ہماری غلط فہمیاں ہیں کہ ہم یہ سمجھیں کہ جو جی چاہے کرتے رہیں، آخرت میں ہمیں کسی قسم کا عذاب نہیں ہوگا۔ یہودی بھی یہی کہتے تھے:

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً (البقرہ :80)

”آگ ہمیں کبھی نہیں چھوئے گی مگر چند دن۔“

آج کے مسلمان کو بھی یہی غلط فہمی ہے کہ چند دن کا عذاب ہے۔ چند دن کے عذاب کو بھی اگر دیکھیں کہ وہ کتنا طویل ہوگا اور صورت کیا بن جائے گی؟ کیا چند دن کا عذاب بھی برداشت کرنا ہمارے بس میں ہے؟ بساط میں ہے؟ یقیناً نہیں۔ اس بات کو ہم نہیں سوچتے

کہ یہ کتنی بڑی دھمکی ہے! یہ کتنی بڑی بات ہے جو ہمارے رب نے ہمارے لیے کہی اور یہ بات حق ہو جانے والی ہے۔ لہٰذا ہمیں اس کے بارے میں ضرور سوچنا ہے، جاننا ہے کہ جہنم میں کس درجے کے عذاب ہوں گے؟ کس درجے کی آگ ہوگی؟ اور یہ آگ حق ہے سبھی کے لیے، اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کے درمیان فرق روا نہیں رکھا۔ مومن کے لیے صرف اتنا فرق ہے کہ سارے گناہوں کی سزا بھگت لینے کے بعد اس کے ایمان کی وجہ سے اسے بالآخر جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ کتنے ہزار برس کے بعد؟ یہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سزائیں بہت سخت ہیں۔

ایک لمحے کے لیے آگ برداشت نہ کرسکیں

ایک لمحے کے لیے گرمی برداشت نہ کرسکیں

اور

ہزاروں برس کے لیے آگ برداشت کرنے کے قابل ہو جائیں۔۔۔؟

یقیناً یہ لمحۂ فکریہ ہے۔ ہم نے یہ سوچنا ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو اس سے بچانے کے لیے کیا کرنا ہے؟

جہنم میں سب سے بڑا عذاب تو آگ کا ہے لیکن جیسے جیل میں جانے والوں کے لیے اصل سزا تو قید و بند کی ہے کہ وہ قیدی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ممکن ہے کہ انہیں چکی پیسنے کے لیے بھی کہا جائے، ممکن ہے کہ انہیں کارپٹ بُننے کے لیے بھی کہا جائے، ممکن ہے کہ کچھ اور طرح کی سزائیں بھی ہوں۔ کچھ قیدی ایسے ہوتے ہیں جنہیں بیڑیاں بھی پہنائی جاتی ہیں، کچھ کو زنجیریں پہنائی جاتی ہیں اور کچھ کو طوق تک پہنائے جاتے ہیں۔ جتنی جتنی کسی کے جرم کی نوعیت ہوتی ہے، اسی کے مطابق سزا دی جاتی ہے اور آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بھی سزا دینے کے کیسے کیسے قاعدے، کیسے کیسے طریقے اپنائے جاتے ہیں۔

آپ نے کچھ عرصہ پہلے پڑھا ہوگا کہ ایک شخص جس کا نام جاوید تھا کس طرح وہ بچوں کو acid میں ڈال کے گُھلا دیتا تھا۔ جہنم میں اس acid سے کہیں زیادہ بڑے بڑے عذاب ہیں۔ دنیا کے عذاب کو ہم فوراً feel کرتے ہیں، ہم میں سے کسی نے کسی بچے کو گھلتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن یقین آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں دل کو یقین دلانا کتنا زیادہ مشکل ہے!

جہنم میں کھانے کی چیزیں زہریلی بھی ہوں گی اور بدبودار بھی، گرم بھی اور ناپسندیدہ بھی، حلق کو چھیلنے والی بھی اور آنتوں کو گلانے والی بھی۔ جہنم کے کھانے پینے کے حوالے سے موازنہ [comparison] کر کے دیکھنا چاہئے۔ دنیا میں کھانے پینے کے حوالے سے ہم کتنے نفیس الطبع واقع ہوئے ہیں۔ اگر کوئی چیز گل سڑ جائے، اس میں سے smell آنی شروع ہو جائے، مثلاً آپ کو کوئی انتہائی محبت کے ساتھ سڑا ہوا پھل پیش کرنا چاہے، بالکل گلا ہوا تو آپ اس کے چہرے کو حیرت سے دیکھیں گے۔ مروتاً اگر خاموش بھی ہو جائیں تو دل کے اندر یہ بات ضرور آئے گی کہ اس شخص نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ آخر میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ کیا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ تنہائی میں ہوں تو گلے ہوئے پھل کھا جائیں؟ کیا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ باسی سالن ہے، اسے گرانا ہے لیکن چونکہ اس پہ اماؤنٹ لگی ہے تو آپ اس وجہ سے کھا لیں کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے؟ ایسا کبھی نہیں ہوگا کیونکہ آپ اپنے آپ کو ضائع ہونے سے بچانا چاہتے ہیں۔ کتنے ہی کھانے جن کو کھانے پہ طبیعت بالکل نہیں مانتی، انسان اس کا کھانا چھوڑ دیتا ہے، خود کو روک لیتا ہے کہ اگر اس کی وجہ سے طبیعت خراب ہوتی ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے یا اس میں سے smell آ رہی ہے لہٰذا اسے چھوڑ دو، یہ گلا ہوا ہے اسے چھوڑ دو۔

جہنم کے کھانے کس نوعیت کے ہوں گے؟ یہ بات سوچنے کی ہے، مثلاً کچ لہو۔ جانتے ہیں کچ لہو کس کو کہتے ہیں؟ پیپ کی ابتدائی stage، پھر اسی طرح پیپ یعنی

پوری طرح پکے ہوئے زخم سے نکلنے والا مواد۔ اسی طرح کھانے کے لیے زقوم کا درخت جو جہنم کی تہہ سے اگتا ہے۔ آپ اس کی گرمی کا اندازہ لگا سکتے ہیں؟ دنیا میں کتنی ہی سبزیاں، کتنے ہی پھل ایسے ہیں جن کی تاثیر بہت گرم ہوتی ہے۔ کوئی اسے تسلیم کرے یا نہ کرے لیکن ایک چیز بہر حال ہمارے ذہنوں کے اندر موجود ہے۔ مثال کے طور پر اگر کریلے کھانا چاہیں تو اس کے بعد پیاس بہت لگتی ہے۔ اسی طرح بہت ساری ایسی چیزیں ہیں جن کو کھانے کے بعد انسان کی کیفیت فرق ہو جاتی ہے۔ تھوہر اور زقوم کھانے کے بعد انسان کی کیفیت کیا ہو گی؟ اس کی آنتوں کے اندر وہ کھانا جوش کھائے گا۔ دنیا میں جس کو acidity کی تکلیف ہوتی ہے، وہ گرم کھانا کھالے تو کیفیت کیا ہو جاتی ہے؟ لگتا ہے معدہ کٹ جائے گا، آنتیں کٹ جائیں گی اور عملاً ان کھانوں کی وجہ سے جہنم میں انسان کے اندر یہی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ برائیاں اور کچھ برے کام ایسے ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے کچھ کھانوں کو مختص کیا ہے۔ مثال کے طور پر اہلِ بدعت اور کافروں کے حوالے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھوک لگے گی لیکن مٹے گی نہیں۔ اس طرح ان کے عذاب میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ پھر سب سے پہلے کھانے کو کیا پیش کیا جائے گا؟ گھاس۔ کبھی کسی پہ بہت غصہ آئے اور کوئی بے عقلی کی بات کرے تو ہم کہتے ہیں کہ کیا گھاس چرنے گئے تھے؟ یعنی تم اتنے ہی ناکارہ نکمے ہو، کھایا کیا تھا؟ اور گھاس کے بارے میں آپ یہ دیکھیں کہ چاہے ہمیں کتنی ہی خوبصورت لگے، اچھی لگے لیکن ہم اسے کھانا نہیں چاہتے لیکن جہنم کے کھانے ہیں تو سڑی ہوئی گھاس، کانٹے دار جھاڑیاں اور اسی طرح زقوم یعنی تھوہر کا درخت۔ کھانے کے بعد جہنم کے افراد بہت شدت کی پیاس محسوس کریں گے تو گرم پانی سے ان کی تواضع کی جائے گی جو پہلی دفعہ منہ کو چھوئے گا تو باہر کی skin، اندر کی skin اور زبان سب کچھ باہر نکل جائے گا۔ اتنا شدید گرم ہونے کے باوجود اُس پانی کے چند گھونٹ

پھر بھی اندر چلے جائیں گے۔ اندر جہاں جہاں سے وہ پانی گزرے گا اندر کا گوشت کھایا جائے گا اور جب آنتوں میں جائے گا تو آنتیں کٹ جائیں گی اور کٹ کے انسان کے قدموں میں گر پڑیں گی۔ یہ وہ کیفیت ہے جو انسان کے ساتھ پیش آنے والی ہے۔ جہنم میں جو کچھ پینے کے لیے دیا جائے گا وہ آج ہمیں دنیا میں محسوس کرنا چاہیے۔

یہ بات توجہ طلب ہے کہ جہنم میں جانے والوں کے لیے خاص طور پر دو چیزوں ایک کھانے کی اور ایک پینے کی بات بار بار کیوں کی گئی؟ دنیا میں آپ دیکھیں کہ کافر کی زندگی کا محور و مرکز کیا ہے؟ شکم یعنی پیٹ ہی تو ہے یا شہوت۔ کھانے بھی وہ ایسے کھانا چاہتا ہے جن کی وجہ سے اس کے اندر زندگی کی رَو دوڑتی رہے اور جن کی وجہ سے اس کے اندر اور طاقت آئے۔ جہنمی کو یہ بتایا جائے گا کہ جن دو مقاصد کے تحت تم جیتے آئے کہ پیٹ کا سسٹم ٹھیک چلتا رہے اور تمہاری خواہشات پوری ہوتی رہیں تو یہ دیکھ لو کہ تمہاری خواہشات وہاں جا کر کس طرح پوری ہوں گی! اُس وقت تو تم کہو گے کہ کاش مجھے موت آ جائے! کاش کوئی ایسا سلسلہ پیدا ہو جائے! جیسے اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ جہنم کے داروغہ سے لوگ کہیں گے کہ اپنے مالک سے کہو ہمیں موت دے دے۔ اُس وقت جہنم کے فرشتے کہیں گے:

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (الملک:8)

"کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟"

نادانو! بے وقوفو! تم کہاں آ گئے؟ یہ تمہاری جگہ تو نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تو تمہیں احسنِ تقویم پیدا کیا، اتنی خوبصورت شکل دی، اتنی پیاری ناک دی۔ یہ ناک ایک فٹ کی بھی ہو سکتی تھی۔ یہ آنکھیں پیچھے تک بہت پھیلی ہوئی بھی ہو سکتی تھیں اور اسی طرح یہ دہانہ بہت چوڑا بھی ہو سکتا تھا۔ ایک ایک چیز دیکھیں اللہ تعالیٰ نے کیسی متناسب بنائی! کیسی عقل دی! کیسا دل دیا! اور دنیا میں سہولت کی ہر چیز دی لیکن

انسان نے اس دنیا سے کیا کمایا؟ ... جہنم!

اسی لیے دوزخ کے داروغے اُس سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا جس نے تمہیں یہ بتایا ہو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کیسا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی آیات تمہیں پڑھ کر سنائی ہوں؟ کیا تمہارے پاس کوئی رسول نہیں آیا تھا؟ کیا تمہیں کسی نے کچھ خبردار نہیں کیا تھا؟ وہ جواب دیں گے:

قَالُوۡا بَلٰی (الملک:9)

''وہ کہیں گے کیوں نہیں؟''

آئے تو تھے لیکن ہم نے جھٹلا دیا تھا۔ ہم نے کہا تھا: 'چھوڑو ڈرانے والی باتیں نہ کرو۔ پتہ نہیں کیا ہے! جو بھی قرآن کی دعوت لے کر اٹھتا ہے وہ جہنم کی باتیں کرنی شروع کر دیتا ہے۔ آخر جنت کی باتیں بھی تو ہو سکتی ہیں۔' سچ ہے، ہو سکتی ہیں لیکن یہ انسانی مزاج ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ آنکھ کا اشارہ بھی سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بہت پٹتے ہیں لیکن پھر بھی نہیں سمجھتے۔ جیلیں یہاں بھی موجود ہیں، قید خانے اس دنیا میں بھی موجود ہیں۔ اگر آپ کو کبھی جیل visit کرنے کا اتفاق ہو تو معلوم ہو گا کہ جیل کے اندر بھی زندگی میں کتنی گہماگہمی ہے! اتنے افراد جیل کے اندر! معاشرے میں چلتے پھرتے اُن کے دکھ کو ہم feel نہیں کر سکتے کہ جیل کے اندر انسان کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ آزادی کے چھوٹ جانے کا غم اتنا بڑا ہوتا ہے کہ دل پر بات بہت اثر کرتی ہے۔

فیصل آباد میں ڈسٹرکٹ جیل میں مجھے قیدی خواتین کو درس دینے کا اتفاق ہوا۔ میں ان کے ساتھ بات کر رہی تھی اور جو کیفیت تھی۔ واللہ! ایسی محفل میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ ایسے سننے والے بھی کبھی نہیں دیکھے۔ کوئی خاتون ایسی نہیں تھی جس سے پسینے کی بو نہ آ رہی ہو۔ عورتوں کی گودوں میں بچے تھے، چھوٹی چھوٹی بچیوں کی گودوں میں بھی بچے تھے اور کپڑوں

کی نوعیت بھی عجیب وغریب۔ بہت سارے لوگوں نے بڑے اچھے کپڑے بھی پہن رکھے تھے۔ وہ لوگ جنہیں ابھی عدالت کی طرف سے سزا نہیں ملی ہوتی ان کے حالات کافی مختلف ہوتے ہیں۔ جب بات کا آغاز کیا تو کیفیت مختلف تھی لیکن اس کے بعد مسلسل ایسے لگتا تھا جیسے یہاں بہت سارے کھانے بنائے جا رہے ہوں اور ہنڈیا کے اُبلنے کی جیسے آوازیں آتی ہیں، مستقل ایسی آوازیں آرہی تھیں اور مسلسل اس پوری محفل میں میں بھی آنسو بہاتی رہی اور وہ بھی آنسو بہاتے رہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ کو اس محفل میں میں نے نزدیک محسوس کیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو feel کیا اس سے پہلے کبھی feel نہیں کیا۔ اس لیے کہ وہاں جا کے مجھے جہنم کا خیال بہت شدت سے آیا۔

جیل کے اندر جانے کے لیے جب ہم لوگ gate سے اندر داخل ہوئے تو فوراً lock لگا دیئے گئے۔ وہاں پر موجود guards نے پہلے ایک دروازے کو بند کیا۔ پہلے اور دوسرے گیٹ کے درمیان ایک لابی تھی۔ جب ہمیں بند کر دیا گیا تو ایک لمحے کو تو لگا کہ سانس گھٹ جائے گا، ہمارے ساتھ کیا بنے گی اگر ہم یہاں سے نہ نکل پائے تو؟ پھر میں نے لاحول ولا قوۃ پڑھا اور جہنم کے بارے میں سوچنا شروع کیا کہ وہاں پہ جب انسان قید ہو جائیں گے تو یہاں تو چلو کچھ دے دِلا کے، سزا بھگت کے باہر نکل جاتے ہیں، کوئی اور سلسلہ ہو جاتا ہے لیکن وہاں سے کوئی نکل نہیں سکے گا۔ کوئی قیدی وہاں نہیں تھا لیکن گارڈ نے پہلے گیٹ کو بند کرنے سے پہلے دوسرا گیٹ نہیں کھولا۔ پھر جب پہلا گیٹ بند کیا تو rule کے مطابق اس نے دوسرا گیٹ کھولا۔ پھر اس نے اندر جانے کی اجازت دی۔ اس دوران ہمارے کھڑے کھڑے جیل کے کچھ قیدیوں کو عدالت تک لے کر جانا تھا۔ قیدی جب وہاں سے لائے گئے تو پاؤں میں بیڑیاں ڈالی ہوئی، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائی ہوئی اور دیکھنے کو ایسی ہی شکلیں تھیں ہمارے جیسی اور پھر جب انہیں اندر لے کے آئے تو ایک بار پھر گیٹ بند ہوا، پھر

دوسرا گیٹ کھول کے پہلے انہیں نکالا گیا، پھر ہمیں اندر پہنچایا گیا۔ جب میں اندر داخل ہوئی تو میں نے محسوس کیا، اتنی اونچی چار دیواریاں کہ کوئی بھاگ کر نکلنا چاہے تو اردگرد کتنے ہی افراد کھڑے ہوئے ہیں جو اس چار دیواری کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

جب ہم لوگ مزید اندر گئے تو مزید ایسے افراد موجود تھے جو نگرانی کرنے والے تھے۔ پھر خواتین کی بیرک میں ہم پہنچے، وہاں پر ایک room میں درس کے لیے انتظام کیا گیا تھا۔ پھر ان سے بات چیت ہوئی اور بعد میں کچھ سوال و جواب کا سلسلہ بھی رہا۔ جس قید و بند کا مزہ ان خواتین اور بچوں نے چکھا تھا اس کے بعد ان کے لیے جہنم کو سمجھنا بہت آسان ہو گیا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ ہاں اگر دنیا میں پکڑے جا سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ تو بہت زبردست ہے، وہ واقعی پکڑنے والا ہے۔ وہ دیکھتا ہے لیکن یہ اس کی ہمت ہے کہ دیکھنے کے باوجود ہمیں ignore کر دیتا ہے، موقع دیتا ہے کہ شاید اب یہ باز آ جائیں، شاید اب یہ باز آ جائیں لیکن کتنی سہولت کے ساتھ نمازیں miss ہوتی ہیں، زکوٰۃ کے بارے میں conscious نہیں ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ کچھ خرچ کر دو، آگ سے بچ جاؤ گے لیکن مال خرچ کرنے سے پہلے مٹھی بند ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دو۔ قرآنِ حکیم میں سورۃ المدثر میں آتا ہے کہ جنت والے جب جہنم والوں سے پوچھیں گے کہ کس چیز نے آپ کو جہنم کا حق دار بنا دیا ہے؟

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ (المدثر: 42,43)

"کس چیز نے تمہیں بھڑکتی ہوئی آگ کا سزاوار بنا دیا؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔"

نماز ہم بھی پڑھتے ہیں لیکن نماز میں یاد کس کو کرتے ہیں؟ پتہ نہیں کتنی نمازیں ہیں جو ہمارے منہ پہ دے ماری جاتی ہوں گی کہ یہ نماز لے کے آئے ہو؟ اپنی سوچیں، اپنی باتیں،

اپنے معاملات اور اب توقع یہ رکھتے ہو کہ اس نماز کو ہم قبول کرلیں؟ اللہ تعالیٰ تو اس نماز کو قبول کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے لیے انسان کھڑا ہوتا ہے، اُس کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے، اُس کے لیے حمد و ثنا کرتا ہے، اُس کے لیے رکوع کرتا ہے، اُس کے لیے سجدے کرتا ہے اور نماز میں دل کی حالت اتھل پتھل ہوتی رہتی ہے۔ باقی وہ نمازیں جو ہم ادا کرتے ہیں واللہ اعلم، ہمیں تو رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے یہی پتہ چلتا ہے کہ جس نماز کی انسان حفاظت نہیں کرتا، وہ اُس کے منہ پر دے ماری جاتی ہے۔ مثلاً جیسے friends آپس میں بیٹھیں اور مذاق میں کسی نے کپڑے کو لپیٹا اور منہ پہ دے مارا۔ ایک ہلکی سی چیز منہ پہ دے ماری جاتی ہے تو اس وقت انسان کی کیا کیفیت ہوتی ہے! اور آپ یہ دیکھئے کہ جو چیز منہ پہ دے ماری جائے، اس وقت انسان کی بے عزتی کتنی بڑی ہے! اس وقت انسان کی insult کتنی زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو قبول ہی نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ قبول کرنے والا ہے لیکن وہ کس کی نیکی قبول کرتا ہے؟ جس نے دل سے کوئی کام کیا ہو، جس نے پوری نیک نیتی، اخلاص کے ساتھ کوئی کام کیا ہو۔ ہم جب یہ بات کہتے ہیں کہ نماز نہ پڑھنے والے جہنم میں جائیں گے تو فوراً اپنے آپ کو الگ کر لیتے ہیں کہ ہم تو نمازیں ادا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ نہ دینے والے جہنم میں جائیں گے تو ہم فوراً اپنے آپ کو الگ کر لیتے ہیں کہ ہم تو ایسے نہیں۔ صدقہ نہ دینے والے جہنم میں جائیں گے تو اس وقت ہم کہتے ہیں کہ اچھا چلو کبھی تو دیا تھا۔ ایک بار دیا پھر ہمیشہ کے لیے روک لیا، اللہ تعالیٰ کو ایسا attitude تو نہیں چاہئے کہ زبان جھوٹ بولے، چغلی کرے، غیبت کرے اور ہم یہ کہیں کہ زبان کو جہنم کا عذاب نہیں ہوگا؟ زبان جلے گی نہیں۔ رشتہ داروں کے حقوق ماریں، لوگوں کے ساتھ زیادتی کا معاملہ کریں، دلوں کے اندر بدگمانیاں رکھیں، اُن کے معاملات کی ٹوہ لگائیں، تجسس کریں، اسی طرح نیکی کے کاموں میں تعاون کرنے کی بجائے اس کے خلاف

پروپیگنڈہ کرنے والوں میں شامل ہو جائیں اور فتنہ وفساد پھیلانے کے لیے اپنی طرف سے ہرممکن کوشش کریں۔ آخر یہ سارے کام ہمیں کہاں لے جانے والے ہیں؟ یہ سب کچھ کیا جنت میں لے جانے والے کام ہیں یا یہ جہنم میں لے جانے والے کام ہیں؟ ہمیں ضرور سوچنا چاہیئے، دیکھنا چاہیئے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے جہنم کیوں بنا رکھی ہے؟

جہنم میں جانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عذاب ایسا ہو گا کہ سر پر **کھولتا ہوا پانی** ڈالا جائے گا۔ کبھی سخت سردی میں آپ shower لینا چاہیں اور اگرچہ آپ نے پانی mix کیا ہوا ہے لیکن اگر غلط فہمی میں اچانک تیز پانی آ کے سر پر پڑے اور آپ کو جلا دے تو کیا کیفیت ہوتی ہے؟ انسان کی صورتحال خراب ہو جاتی ہے حالانکہ یہ بہت ٹھنڈا ہے، بہت cool ہے اس گرم کھولتے ہوئے پانی کے مقابلے میں جو اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے ان کافروں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کو جھٹلاتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کو خود اپنی جان کے لیے تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے لیے یہ حکم دیا جائے گا کہ اس کو پکڑو، رگیدتے ہوئے جہنم کے وسط میں لے جاؤ اور اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی انڈیل دو۔ ایک لمحے کے لیے سوچ کے دیکھیں اگر ہم ایسے مقام پر ہوئے پھر کیا کریں گے؟

کون بچائے گا؟

ماں؟ باپ؟ دوست؟ شوہر؟ رشتہ دار؟ آخر کون؟ کون بچائے گا؟ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جب کھولتا ہوا پانی سروں پر ڈالا جائے گا تو سر کو چھید کر پیٹ تک پہنچے گا اور پیٹ میں جو کچھ ہو گا اسے کاٹ ڈالے گا اور وہ سب کچھ اس کے قدموں میں جا گرے گا۔'' (مسند احمد، الشرح السنہ، کتاب الفتن، باب صفۃ النار و اھلھا)

ذرا سوچیں کہ دماغ کے اندر چھید کرتا ہوا حلق کے اندر اترے اور حلق سے پورے جسم کے اندر وہ پانی سرایت کر جائے، دہکتا ہوا پانی، کھولتا ہوا پانی۔ اس وقت انسان کے اعضاء جلیں گے اور جس وقت خاص طور پر انسان کے اندر والے اعضاء جلیں گے تو اس کی آنتیں نکل کر اس کے قدموں میں جا پڑیں گی۔ یہ کیفیت ہوگی اس کھولتے ہوئے عذاب کی۔

اگر دیکھا جائے تو وجہ کیا ہے؟ سر پر کھولتا ہوا پانی کیوں ڈالا جائے گا؟ انسان کے اندر جتنے وسوسے آتے ہیں اسی سر کے اندر تو آتے ہیں، اسی ذہن کے اندر تو آتے ہیں۔ ہر وسوسہ انسان کو کہاں لے کر جاتا ہے؟ اچھا بھلا نیکی کا کام کر رہے ہوں گے لیکن ایک وسوسے، ایک خیال کی وجہ سے کس طرح وہ نیکی کا کام خراب ہو جاتا ہے! feelings کتنی negative ہوتی ہیں! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم negative ہو کے دیکھو، تم برا سوچ کے دیکھو، تمہارے ذہن میں جو برے خیالات آتے ہیں، تمہارے ذہن میں جو بری باتیں آتی ہیں پروپیگنڈہ کرنے کی، فساد پھیلانے کی، تم جو دوسروں کو نیچا دکھانے کی تراکیب سوچتے رہتے ہو، تم جو کسی کے بارے میں برا سوچ سوچ کے ہلکان ہوتے رہتے ہو، جلتے رہتے ہو، کل تمہارا کیا مقام ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے اس ذہن کو یہ اذیت دینی ہے۔ اگر بچانا ہے تو اس دنیا میں بچانا ہے۔ اس لیے نہ برا سوچیں اور نہ وسوسہ آنے دیں۔ اللہ تعالیٰ تو خود سکھاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا۔ رب العزت فرماتے ہیں:

وَاِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ (الاعراف:200)

”اگر تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو۔“

پناہ کس چیز سے مانگنی ہے؟ جہنم سے کیونکہ ہر دفعہ negative سوچنا، ہر دفعہ بری بات سوچنا، کوئی بات بھی ذہن میں آتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے تو اللہ

تعالیٰ نے ممکن ہے کہ اسی بات پہ ہمیں پکڑ لینا ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لینی چاہیے۔ پتہ لگتا ہے کہ یہ کام ہو تو کسی کے ساتھ بھی سکتا ہے لیکن اگر ہم نے کیا تو یہ ہمارے ساتھ بھی ہو جائے گا۔ لہٰذا اپنے آپ کو بچانا ہے۔ پہلے اپنے آپ کو، پھر اپنے گھر والوں کو بچانا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے تشدد کے سلسلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سارے arrangements کر رکھے ہیں۔ بس جس وقت انسان ذرا سا بھٹکنے لگے تو فوراً ضرور یہ سوچے کہ میں نے اپنی جہنم کے لیے تیاری کر لی، میں نے آگ کی تیاری کر لی۔ اگر اسی بات پہ اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر کھولتا ہوا پانی انڈیل دیا پھر میں کیا کروں گا؟

مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ ہم خود اپنے اندر جلتے ہیں۔ ایک جہنم ہمارے اندر بھی ہے۔ ہم جب اپنے اندر کو جہنم بناتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ یہ وعید سناتا ہے کہ آخرت میں بھی تمہیں جہنم کا عذاب ہوگا۔ جہنم ہم کب بناتے ہیں؟ جب جب ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف سوچتے ہیں، جب جب اس کے خلاف عمل کرتے ہیں تو پھر ٹینشن، ڈیپریشن اور پھر اسی طرح ایک بے نام سی خلش اندر پیدا ہوتی ہے، اندر ہی اندر ایک آگ سی لگ جاتی ہے اور پھر اس آگ میں انسان خود نہیں جلتا۔ وہ پریشان ہوتا ہے اور پھر جھلاتا ہے، پھر دوسروں پر برس پڑتا ہے، پھر اور سلسلہ چلتا ہے، پھر ایک chain بن جاتی ہے گناہوں کی، خطاؤں کی، غلطیوں کی اور اس طرح ایک انسان ایک چھوٹے مجرم سے بڑا مجرم بنتا چلا جاتا ہے۔

اسی طرح انسان کا اگر عقیدہ غلط ہے، وہ عقیدہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے نہیں بتایا، اس کی وجہ سے بھی اسی نوعیت کا عذاب ہوگا۔ کھولتا ہوا پانی اللہ تعالیٰ سر میں ڈالے گا۔ اسی طرح اگر انسان کا نظریہ خراب ہوا مثلاً آپ دیکھئے کہ ہماری سوسائٹی میں یہ باتیں کتنی common ہیں کہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ کے احکامات سچ تو ہیں مگر کیا کریں، دنیا میں بھی تو رہنا ہے۔ دنیا میں رہنا ہے تو کیا جہنم کی آگ کا سودا کر کے ہی رہنا ہے؟ کیا اللہ

تعالیٰ کے عذاب سے ڈر نہیں لگتا؟ دنیا میں رہنے کے لیے یہ سوچنا چاہیے کہ کیا ہمیشہ ہی رہنا ہے؟ کیا کبھی موت نہیں آنی؟ کیا کبھی اللہ تعالیٰ کے آگے جواب نہیں دینا؟ کیا کبھی اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں ہونا؟ اگر یہ سب کچھ حق ہے تو پھر ہم عین اس موقع پر کیوں نہیں سوچتے جب ہم غلطی کر رہے ہوتے ہیں کہ ہمیں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانا ہے اور اس طریقے سے رکنا ہے؟ اس پر جب آپ سوچیں گے تو آپ کو حکمت سمجھ آئے گی۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جو نیکی کے کاموں کی ترغیب دی گئی ہوتی ہے اس کے چکر میں انسان نیکیاں کرتا ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ترغیب بھی اثر انداز نہیں ہوتی، feelings جو مختلف ہوتی رہتی ہیں۔ جب انسان کا دل سخت ہو جائے تو اپنے آپ کو وہ کیسے منا سکتا ہے؟ ہر کام پر وہ یہ سوچے کہ یہ مجھے کہاں لے جانے والا ہے؟ یہ میرے ساتھ کیا معاملہ کروانے والا ہے؟ جب انسان جہنم کے بارے میں سوچتا ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے، پھر برا کام کرنے کو اُس کا جی نہیں چاہتا۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سلسلہ کیسا ہوگا؟ جہنم یوں تو بڑی وسیع و عریض ہوگی لیکن جہنم میں جہاں انسانوں کو ٹھونسا جائے گا اس کے ٹھونسنے کا جو مقام ہوگا وہ بڑا تنگ ہوگا۔ وسیع و عریض جہنم میں تنگ تنگ جگہوں پر انسانوں کو رکھا جائے گا۔ سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَاِذَآ اُلۡقُوۡا مِنۡهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيۡنَ دَعَوۡا هُنَالِكَ ثُبُوۡرًا ؕ لَا تَدۡعُوا الۡيَوۡمَ ثُبُوۡرًا وَّاحِدًا وَّادۡعُوۡا ثُبُوۡرًا كَثِيۡرًا (الفرقان:14,13)

’’جب مجرم لوگ جہنم کی تنگ و تاریک کوٹھری میں مشکیں کس کر پھینکیں جائیں گے تو اپنے لیے موت کو پکاریں گے۔ (اس وقت ان سے کہا جائے گا) آج ایک موت کو نہیں بہت سی موتوں کو پکارو۔‘‘

اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا تو فرمایا:

''جس طرح کیل کو مشکل سے دیوار میں گاڑا جاتا ہے، اسی طرح جہنمیوں کو زبردستی تنگ جگہ میں ٹھونسا جائے گا۔'' (ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جہنم کافر کے لیے اس قدر تنگ کی جائے گی جس طرح نیزے کی انی لکڑی کے دستے میں سختی سے گاڑی جاتی ہے۔'' (شرح السنہ)

آپ اگر اس عذاب کو محسوس کرنا چاہتے ہیں تو مثال کے طور پر فرض کریں کہ آپ کا پریشر ککر ہے۔ اس میں آپ مخصوص مقدار میں گوشت ڈال سکتے ہیں زیادہ نہیں لیکن اگر آپ پوری طرح سے بھر کے پھر ککر کو بند کر دیں اور چولھا جلا کر ککر کے اوپر weight دے دیں، اس وقت اندر گوشت کے ساتھ کیا ہو رہا ہوگا؟ یہ سوچ کر دیکھئے کہ اس وقت کیا معاملہ ہوگا جب جہنم میں اوپر تلے ٹھونس دیا جائے گا۔ جہاں ایک ہزار لوگوں کی گنجائش ہو اور ہم وہاں دو ہزار لوگوں کو ٹھونس دیں تو کیا صورتحال ہوتی ہے! آپ نے پڑھا ہوگا ہٹلر نے جب یہودیوں کو سزائیں دیں تھیں تو بیرکیں بنوائیں تھیں جن کے اندر بڑی تعداد میں ہزاروں کے حساب سے یہودیوں کو بھر کے پھر آگ لگا دی جاتی تھی۔ آپ سوچ سکتے ہیں انسان کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی؟ پھر ایسے عذاب دینے کے سلسلے ایجاد کیے تھے کہ ارد گرد ایسی gasses چھوڑ دی جاتی تھیں جن سے انسان کا ذہن کام نہیں کرتا تھا۔ جب وہ بے ہوش ہو جاتے تو انہیں آگ لگا دی جاتی تھی۔ ہر طرف سے کھڑکیاں، دروازے سب بند۔

فرض کریں کہ اسی ہال کے اندر بیٹھے ہوئے اگر آگ لگ جائے اور دروازے بند ہو جائیں، پھر کیا کریں گے؟ جب آگ بھڑکتی ہے تو ہوش ہی نہیں رہتا۔ پھر ارد گرد کی چیزیں بھی بھڑکتی ہیں اور انسان کو یہ ہوش نہیں رہتا کہ فلاں سے میرا محبت کا تعلق ہے، فلاں کو اس

سے بچالوں، فلاں کو بچالوں، سب سے پہلے انسان اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے۔قیامت کے زلزلے کے بارے میں جہاں قرآنِ حکیم میں ذکر ملتا ہے وہاں یہ ذکر بھی ملتا ہے:

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ (الحج:2)

''جس روز تم دیکھو گے، حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی۔''

دودھ پلانے والی ماں عین اس وقت اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی جب وہ سب سے زیادہ محبت کی حالت میں ہوتی ہے۔ وہ یہی چاہے گی کہ میں اپنے آپ کو بچالوں۔ اتنی دہشت والی جگہ جہاں انسان چاہے گا کہ میری جگہ کوئی اور کام آجائے، میں چھوٹ جاؤں، کسی طرح میں بچ جاؤں لیکن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ ہر کسی کو اپنی اپنی آگ، اپنا اپنا عذاب خود برداشت کرنا ہوگا اور اسی اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں رب العزت نے فرمایا:

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (المرسلات:15)

''تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔''

قیامت کو جھٹلانے کا فطری نتیجہ کیا ہے؟ یہ بات ہمیں دیکھنی ہے۔ قیامت کو ہم جھٹلاتے تو نہیں ہیں لیکن جو فطری نتیجہ ہے وہ ہماری زندگیوں میں common ہے۔ اس سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ ہم جس کو کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں وہاں ایمان نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر فطری نتیجہ کیا ہے؟ آزادانہ زندگی بسر کرنا، اپنے اوپر کسی قانون کو impliment نہ ہونے دینا۔ انسان یہ سمجھے کہ میں اپنی زندگی میں جو جی چاہے کروں، شترِ بے مہار کی طرح زندگی بسر کروں۔ یہ سلسلہ بنیادی طور پر اس وجہ سے ہوتا ہے جب انسان یہ feel کرتا ہے کہ مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں، مجھے کوئی سزا دینے والا نہیں، مجھے کوئی پکڑنے والا نہیں۔ اس لیے وہ دنیا میں من مرضی کرنا چاہتا ہے۔ اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"اس نیلے آسمان تلے جتنے معبود پوجے جاتے ہیں ان میں سب سے بڑا معبود انسان کا اپنا نفس ہے۔"

نفس پرستی، خواہش پرستی، دنیا کے پیچھے بھاگنا، دنیا کی محبت، یہ سب کچھ کیا ہے؟ کہ انسان دنیا کو تو حقیقت سمجھتا ہے لیکن آخرت کو حقیقت نہیں سمجھتا اور دوسری بات یہ ہے کہ انسان جب مذہب کا مذاق اڑاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آخرت کو جھٹلاتا ہے کیونکہ مذہب کا مذاق اڑانا دراصل آخرت کا مذاق اڑانا اس حوالے سے ہے کہ مذہب نے ہی تو آخرت کی sense دی ہے۔

آپ دیکھیں دنیا کے جتنے مذاہب ہیں جو فرد اس مذہب کی دعوت دینے والا ہے وہ ان کے یہاں سب سے زیادہ قدر و قیمت والا ہے۔ مثلاً کسی sister کو دیکھیں، کسی priest کو دیکھیں، پادری کا مقام کیا ہے؟ اور آپ کو اچھی طرح پتہ ہے کہ churches میں کس طرح کے مظالم اور کس طرح کے جرائم ہوتے رہتے ہیں! کس طرح ان کے تعلقات خراب ہوتے ہیں اور چرچ کی دیواروں کے باہر کس طرح ایسے بچوں کو پھینکا جاتا ہے جو چرچ کے اندر جنم لیتے ہیں اور کسی حلال تعلق کے نتیجے میں نہیں! لیکن اس کے باوجود یہ سب ان کی نظروں میں بڑے پاکباز، بڑے محترم ہیں، بڑے صاف ستھرے ہیں اس لیے کہ یہ سب افراد ایسے ہیں جو Religion کی تعلیم دیتے ہیں۔

ہم نے جب غلامی کا دور گزارا، اس دور میں ہمارے یہاں یہ چیز بڑی common کردی گئی کہ جو مذہب کا پرچار کرنے والا ہے وہی دراصل سب سے بڑا مجرم ہے۔ اسی لیے مولویوں سے متعلق ایسے jocks بنائے گئے کہ مولوی کا لفظ ہی گالی بن گیا اور بیوقوفی کی علامت۔ مثلاً آپ نے اپنے اردگرد کئی نادان لوگوں کو یہ کہتے سنا ہوگا جہاں کسی کی بیوقوفی کا اظہار کرنا ہو تو کہتے ہیں 'او مولویا'۔ گویا جو مذہب کی بات کرے وہ نادان ہے، بیوقوف ہے،

وہ سب سے کم حیثیت کا حامل ہے۔اسی وجہ سے آپ دیکھئے کہ ہماری dealings میں کتنا زیادہ فرق ہے!اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہم سارے جرائم انہی کے ساتھ مختص کر لیتے ہیں۔اس بات چیت کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ان سے کوئی خطا نہیں ہوتی یا یہ کہ ان کے سارے کام ہی ہمیشہ اچھے ہوتے ہیں۔صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جہاں بھی مذہب کے بارے میں ہمارے دل میں negative feeling s پیدا ہوتی ہیں یا مذہب کے علمبرداروں کے بارے میں پیدا ہوتی ہیں تو اس کا مطلب کیا ہے؟اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم آخرت پر یقین نہیں رکھتے ،ہم آخرت کو جھٹلانے والے ہیں۔

اسی طرح شعائرِ اسلامی کی تحقیر کا مطلب کیا ہے؟ کہ ہم بنیادی طور پر قیامت کے آنے کا،جہنم کا، جنت کا یقین نہیں رکھتے۔مثلاً آپ دیکھئے کسی کے چہرے پر اگر سنتِ رسول ﷺ کے آثار نظر آئیں تو اس کے بارے میں کیسے کیسے comments دیئے جاتے ہیں!اور اسی طرح اگر کسی کے سر پر اسکارف یا دوپٹہ نظر آئے تو اس کو کہتے ہیں: 'مائی سی لگتی ہو،تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ یہ تم کن لوگوں کے درمیان رہنے لگ گئی ہو؟ مولویوں کے ساتھ رہتے رہتے تمہارے تو حالات ہی بدل گئے۔'اب یہ وہ چیز ہے جو تمسخر اڑانے والی ہے، مذاق اڑانے والی ہے۔ایک بات ہے کہ اگر کوئی خود سنت رسول ﷺ پر عمل نہیں کر سکتا تو نہ کرے۔یہ تو بعد کی بات ہے کہ ایک انسان کے اندر جب تبدیلی آتی ہے تو اسے اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرے لیکن بات یہ ہے کہ کم از کم جو کر رہے ہیں ان پر باتیں تو نہ چھانٹی جائیں۔یہ باتیں چھانٹنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کہ ہمیں آخرت کے آنے کا یقین نہیں ہے۔

ہم سب آخرت پر ایمان لانے والے ہیں لیکن عمل دیکھیں تو ایسا لگتا ہے کہ اس پر بھرپور انداز میں یقین نہیں رکھتے۔اسی طرح ہم ہیں تو مسلمان، ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین

رکھنے والے، ہمیں پتہ ہے کہ موت نے آنا ہے، ہمیں قبر کی زندگی کا بھی پتہ ہے، ہمیں حشر کے میدان کی رسوائیوں کا، اعمالنامے کا، جنت کا، جہنم کا سب پتہ ہے۔ کسی سے بھی بات کرو جنت کی، جہنم کی تو ہر کوئی کہے گا کہ سب پتہ ہے۔ مذہب کے بارے میں جانتے سبھی ہیں لیکن مذہب کے بارے میں سنجیدہ نہیں ہوتے۔ یہ جو غیر سنجیدگی کا رویہ ہے یہ دراصل جھٹلانے کا رویہ ہے۔

ہمارے یہاں حیا کے تقاضوں کا اگر خیال نہیں رکھا جاتا تو اس کا کیا مطلب ہے؟ ہم جس انداز کا میوزک سنتے ہیں، جس انداز کی musical evenings اٹینڈ کرتے ہیں، اس کا کیا مطلب ہے کہ قیامت کے آنے کا ہمیں یقین ہے؟ ہم تو اپنے دل کو تسلی دلا کے بیٹھے ہیں کہ اگر ایسا کچھ ہوگا بھی تو ہم بچ جائیں گے، ہمارے ساتھ کوئی ایسا معاملہ ہونے والا نہیں۔ اس اعتبار سے ہمیں یہ سوچنا چاہیئے، یہ غور کرنا چاہیئے کہ اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے، اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان ہے، آخرت پر ایمان ہے تو پھر جب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ان سارے اعمال کا کیا جواب دیں گے؟ اپنی زبان کا کیسے استعمال کر کے آئے؟ اَخلاق کیسے تھے؟ حقوق وفرائض کی ادائیگی کیسے کی؟ مال کیسے کماتے رہے؟ کیسے خرچ کرتے رہے؟ دنیا کی زندگی میں حقوق وفرائض کا کتنا خیال رکھا؟ کس حد تک اللہ تعالیٰ کے دین کو دوسروں تک پہنچاتے رہے؟ اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے کے لیے کتنی efforts کرتے رہے؟ کیا یہ سوالات ہمیں اپنی اس زندگی میں تیاری کے لیے مجبور نہیں کرتے؟ اور اللہ کے رسول ﷺ کی کس قدر دل دہلا دینے والی بات ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''ابنِ آدم کے قدم حشر کے میدان سے اُس وقت تک اُٹھ نہیں سکیں گے جب تک کہ وہ پانچ باتوں کا جواب نہ دے دے: اللہ تعالیٰ پوچھے گا:

☆ کن کاموں میں عمر گزاری؟

☆ جوانی کو کن کاموں میں پُرانا کر دیا؟

☆ مال کہاں سے کمایا؟

☆ کہاں خرچ کر کے آئے ہو؟

☆ کیا علم حاصل کیا اور اس پر کتنا عمل کیا''؟ (ترمذی:2416)

مجھے سب سے پہلے اپنے بارے میں سوچنا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کیا کیا؟ یہ وہ باتیں ہیں جن کا جواب دیئے بغیر قدم نہیں ہلا سکیں گے۔آپ اس وقت اپنے قدم ہلانا چاہیں، ہلا کر دیکھئے ہل جائیں گے لیکن وہاں ایسے جیسے ایلفی لگ گئی ہو یا جیسے کوئی ایسی چیز لگ گئی ہو جس کی وجہ سے ہل نہیں سکیں گے۔ہم نکلنا بھی چاہیں گے وہاں سے نکل نہیں سکیں گے جب تک کہ ان باتوں کا جواب نہ دیں لیں۔جب ہم سے پوچھا جانا ہے تو اس کی تیاری ہم نے آج یہاں کرنی ہے۔جانتے ہیں کون سی چیز روکتی ہے تیاری کرنے سے؟ آخرت کے بارے میں لاعلمی۔ہمیں یقین نہیں ہے۔جانتے ہیں لیکن اندر یقین نہیں اترتا اور یقین بار بار دلانے کی ضرورت ہے۔یہ وہ معاملات ہیں جن کی تذکیر مسلسل ہونی چاہیے۔تذکیر کا مطلب ہے نصیحت۔اللہ کے رسول ﷺ نے جتنی بار نصیحت کی، جنت اور جہنم کے بارے میں ضرور نصیحت کی۔اس بات کو سوچو، وہ وقت جو آنے والا ہے، وہ معاملات جو تمہارے ساتھ پیش آنے والے ہیں، ان کے بارے میں سوچو اور اپنی زندگی کی اصلاح کرلو۔

سادہ سی بات کرنا چاہتی ہوں کہ ہمیں ہر وقت کیا فکر لاحق رہتی ہے؟ کہاں رہنا ہے؟ کیسے گھر میں رہنا ہے؟ کس انداز میں رہنا ہے؟ کیسی facilities ہمیں چاہئیں؟ آج کل کیا چیزیں inn ہیں؟ ان کا کیسے اہتمام کرنا ہے؟ dress کیسا پہننا ہے؟ جیولری کیسی ہو؟ کھائیں پیئیں گے کیا؟ کیسی کراکری ہونی چاہیے؟ کس طرح کے کھانے ہونے چاہئیں؟ اور جب مہمان [guests] آئیں تو ان کے ساتھ ہمارا طرزِ عمل کیسا ہو؟ ٹھیک ہے بہت اچھی بات ہے لیکن جو طرزِ عمل guests کے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں وہ اس لیے نہیں کہ اللہ

تعالیٰ خوش ہو جائے، normally لوگ اس لیے رکھنا چاہتے ہیں کہ وہ کیا سوچیں گے کہ انہوں نے ہمارا خیال ہی نہیں رکھا؟ لوگوں کی خوشنودی کے لیے جو کام کیا جائے، جس کام میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مطلوب ہی نہ ہو تو اس پر کیا اجر ملے گا؟ اللہ تعالیٰ کو تو اسی کام کا ہمیں اجر دینا ہے جو ہم صرف اس کی رضا کی خاطر کریں۔ ہم اپنے ان کاموں کے پیچھے اگر دیکھتے ہیں تو ایک ہی بات نظر آتی ہے کہ ہمیں دنیا کا اندیشہ ہے، دنیا کی فکر ہے لیکن کہیں بھی آخرت کی فکر نہیں ہے۔

آخرت کی فکر دل کو لگانی پڑتی ہے ۔ اس جہنم کے بارے میں ہمیں سوچنا ہوگا۔ اگر اس کے سات دروازے ہیں، اگر اس کی سات منازل ہیں تو کون سی ہیں؟ کون کون کس منزل میں جائے گا؟ اور یہ کہ اگر وہاں کا کھانا اتنا خراب ہوگا کہ انسان کا پیٹ جوش کھائے گا، آنتیں کٹ کر باہر آجائیں گی، پئیں گے تو زبان، ہونٹ اور سارا گوشت کٹ کر باہر آجائے گا تو ہم زندگی کے جتنے کام کر رہے ہیں کیا صرف اسی منزل تک پہنچنے کے لیے؟ کتنے گھاٹے کا سودا ہے! پھر اپنے ساتھ جو جنگ جاری ہوتی ہے، اس میں انسان فائدہ حاصل کرتا ہے۔ پھر انسان کو خود اپنے اندر سے صدا آتی ہے کہ بچ جاؤ لیکن سارا وقت یہ جنگ جاری نہیں رہ سکتی جب تک کہ باہر سے تذکیر کا سلسلہ نہ ہو، نصیحت کا سلسلہ نہ ہو۔

اسی لیے اللہ رب العزت نے یہ سسٹم بنایا کہ اس نے صرف ہماری عقل پہ نہیں چھوڑا، اپنے رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں، اپنے مقصدِ زندگی سے آشنا کیا اور یہ بتایا کہ اگر اس مقصد کو پورا کرو گے تو اچھے انجام کو پہنچو گے اور اگر مقصد کو پورا نہیں کرو گے تو برے انجام کو پہنچو گے۔ لہٰذا ہم نے اگر جہنم کے بارے میں جاننا ہے تو اس حوالے سے کہ اس کی یاد کو اپنے ذہن میں رکھ سکیں اور اس کے اندیشے میں زندگی گزار سکیں۔ جو آخرت کے اندیشے میں، آخرت کی فکر میں جیتا ہے، اس سے برائیاں نہیں ہوتیں اور اگر ہو بھی جائیں تو ملامت اتنی ہوتی ہے کہ

اس کی وجہ سے انسان آہستہ آہستہ اس چکر سے نکل آتا ہے۔ چنانچہ خیر کی محفلوں اور نیکی کی صحبت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اچھی صحبت ہوگی تو اچھے خیال آئیں گے، اچھی باتیں مل کر سوچیں گے اور بری صحبت ہوگی تو انسان برائی کے راستے ہی کی طرف جائے گا۔

ایک چیز جو میں خاص طور پر سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ چہرے سے جو محبت انسان کی ہے وہ کس درجے کی ہے؟ اس چہرے کے لیے ہم کیا کچھ کرتے ہیں؟ جہنم کا ایک عذاب **چہروں پر آگ برسائے جانے کا عذاب** ہے۔ اس عذاب کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ج سَرَابِيْلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ (ابراهیم:50,49)

”اس روز تم دیکھو گے مجرم لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے، تارکول کے لباس پہنے ہوئے ہوں گے، آگ کے شعلے ان کے چہروں پر برسائے جارہے ہوں گے۔“

چہرہ حسن کی علامت بھی ہے اور عزت کی علامت بھی۔ یہ چہرہ ہمیں کتنا عزیز ہے! اس کو بنانا سنوارنا، پھر جو پیشانی کے بال ہیں، سر کے بال ہیں ان کی ہمیں کتنی فکر لاحق رہتی ہے۔ بال حسن کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے اور بال black ہوں تو ان کی beauty مختلف ہوتی ہے اور اگر سفید ہو جائیں تو عزت کا مقام بن جاتے ہیں۔ وہ سفید بال message دیتے ہیں کہ ہم آپ سب کے عزت و وقار کے قابل ہیں، آپ ہماری قدر کرو کہ ہم آپ کا مستقبل ہیں۔ بڑھاپا عزت و وقار کا مستحق ہوتا ہے لیکن جہنم کی آگ نہ بوڑھے کو دیکھے، نہ بچے کو، نہ جوان کو۔ وہ آگ برسے تو نہ بال رہیں، نہ چہرے کی کھال رہے۔ کتنی ہی آیات میں بتایا گیا کہ اس چہرے کو یاد رکھو! جہنم کی آگ پر تپایا جائے گا۔

آپ لوگ باربی کیو کرتے ہوں گے۔ جب گوشت کو کسی سیخ میں لگا کے آگ پہ رکھتے ہیں اس وقت جہنم کی آگ پر اپنے چہرے کو تصور کر کے دیکھیں کہ اگر اس طرح ہمارا چہرہ رکھا گیا تو کیا بنے گی؟ کبھی کباب کو فرائی کرتے دیکھا ہو یا خود کیا ہو تو اس وقت اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ ہم تو اسے اچھی طرح گولڈن کرنا چاہتے ہیں، پہلے ایک طرف سے پھر دوسری طرف سے۔ اگر چہرہ آگ پر ایسے ہی براؤن ہو گیا پھر کیا بنے گی؟ کیا آگ چہرے کی کھال کو جلائے گی نہیں؟ کیا یہ جبڑے باہر نظر نہیں آئیں گے؟ کیا کبھی کسی مردے کو دیکھا ہے؟ آپ نے skeletons دیکھے ہوں گے اور جو میڈیکل اسٹوڈنٹ ہیں وہ تو ان کے ساتھ اچھی طرح ٹائم گزارتے ہیں۔ کیسا لگتا ہے ہڈیوں والا چہرہ اور باہر نکلے ہوئے دانت؟ ہر بار جب آگ چھوئے گی ایسا ہی ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پھر کھال چڑھا دے گا، پھر ایسا، پھر کھال چڑھا دے گا، پھر ایسا اور آپ دیکھتے ہیں کہ جب کبھی آگ لگتی ہے تو جلا ہوا چہرہ کیسا ہو جاتا ہے! مثال کے طور پر جن بچوں اور خواتین کے اوپر تیزاب پھینکا گیا یا جن خواتین کے چولہے پھٹتے ہیں، کبھی آپ نے کسی ایسے وارڈ کا visit کیا جس میں جلے ہوئے افراد ہوتے ہیں؟ چہرے کیسے ہو جاتے ہیں! جسم کیسا ہو جاتا ہے! کیا یہ انجام ہمیں منظور ہے؟

اگر ایسا انجام ہو گیا، اگر یہ سب کچھ پیش آ گیا، اگر یہ سب کچھ ہمارے ساتھ ہوا تو ہمارے ساتھ کیا بیتے گی؟ کیا کریں گے؟ کون بچائے گا؟ اور اللہ تعالیٰ نے ایک بار بھیج دیا تو پھر کبھی واپس نہیں آنے دے گا۔

لہٰذا

اگر ہمیں اپنا چہرہ عزیز ہے۔

اپنا جسم عزیز ہے۔

اپنی ذات عزیز ہے۔

اپنے ساتھ محبت ہے۔

تو ہمیں جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے

اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کو سامنے رکھنا ہوگا:

اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ (صحیح مسلم:2350)

''آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کو دے کر ہی بچو اور جو یہ بھی نہ پائے وہ اچھی بات ہی کہہ کر بچے۔''

زیادہ نہیں تو ایک ٹکڑا ہی دے دو۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے حوالے سے بات ہو رہی تھی تو students یہ کہہ رہی تھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی پوزیشن نہ ہو تو؟ میں سوچ رہی تھی کہ کھانا کھانے کی پوزیشن کس کی نہیں ہے؟ کیا کھانے کا اہتمام انسان نہیں کرتا؟ مدینہ والوں سے، اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھیوں سے ہم سب کی پوزیشن مالی اعتبار سے کتنی زیادہ بہتر ہے! اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایک ٹکڑا بھی نہیں دے سکتے تو ایک اچھی بات ہی کسی کو بتا دو، ایک اچھا کلمہ ہی کسی کو بتا دو۔ یہ تمہارے اور تمہاری آگ کے درمیان حائل ہو جائے گا، رکاوٹ بن جائے گا۔ کتنے طریقے بتائے اللہ کے رسول ﷺ نے! اُن کو ہم سے کتنی زیادہ محبت تھی! وہ کتنا زیادہ ہماری آخرت کا احساس رکھتے تھے کہ کسی طرح ہم آگ سے بچ جائیں۔ اللہ رب العزت نے بھی فرمایا:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (الکھف:6)

''لگتا ہے تم ان کے غم میں گھل گھل کر جان ہی دے ڈالو گے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟''

اللہ کے رسول ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد جہنم پر جو یقین تھا وہ یقین تو ہمارے اندر نہیں آسکتا لیکن قرآن کی سچی بات کو اگر ہم اپنے دل میں بٹھائیں، بار بار پڑھیں، بار بار سوچیں، ذہن کی گرہیں کھولیں اور اندر اپنے حوالے سے دیکھیں مثلاً اگر آپ نے جہنم کے بارے میں سوچنا ہے تو پھر یوں نہیں کہ جہنم کی آگ ہے۔ نہیں اس آگ کی لپٹوں کے اندر اپنے چہرے کو feel کر کے دیکھیں، اپنے بچے کے چہرے کو دیکھیں، اپنی ماں کے چہرے کو دیکھیں، اپنے والد کے چہرے کو دیکھیں، اپنے ہمسائے کے چہرے کو دیکھیں، اپنی سوسائٹی کے افراد کو دیکھیں، ایک ایک چہرہ اگر آگ کی لپیٹ میں ہو تو میری کیا ذمہ داری ہے؟

ایک ماں اپنے بچے کے لیے کیا کرے گی؟ وہ بہت مصروف ہے۔ اُس نے جاب کرنی ہے، اس نے گھر سے باہر نکلنا ہے، اس کی political یا دیگر activities ہیں لیکن اچانک گھر میں آگ لگتی ہے۔ سارے بچے باہر آگئے لیکن ایک بچہ اندر ہے تو وہ کیا کہے گی؟ میں مصروف بہت ہوں۔ میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ میں آؤں گی تو پھر دیکھوں گی۔ یا وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ ایک طرف پھینک سب سے پہلے اپنے بچے کے لیے اہتمام کرے گی کہ اس کو کسی طرح پکڑ کر باہر نکال لوں! دیکھنا چاہتے ہیں تو اس ماں کو دیکھئے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس قیدی ہو کر آئی تھی اور اس کو دیکھتے ہوئے سارے افراد عجیب محسوس کر رہے تھے کہ وہ جس بچے کو دیکھتی تھی، اس کو دودھ پلانے کے لیے اپنے سینے سے چمٹا لیتی۔ کیا وہ اس بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ اگر اس کو آگ کی طرف جاتا بھی دیکھے گی تو بھاگ کر بچا لے گی۔

ہم کیوں نہیں پکڑتے؟

اپنے آپ کو کیوں نہیں بچاتے؟

یوں سمجھتے ہیں ناں کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے نہیں ہے۔ غفلت کے اس پردے کو ہمیں چاک کرنا ہے۔ اپنے لیے سوچنا ہے۔ اپنے بچوں کے لیے، اپنے گھر والوں کے لیے،

اپنے اردگرد والوں کے لیے، اپنی سوسائٹی کے لیے سوچنا ہے۔ یقین کریں اور یقین کرنا ہی پڑے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حق ہے، اللہ تعالیٰ کی ساری باتیں سچی ہیں۔ جہنم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بتایا، کسی اور نے نہیں بتایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا بتایا ہوا ہے۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کا بتایا ہوا ہے۔ جب ہمارے پاس authentic sources سے ثابت ہے اور ایسا ہونے والا ہے تو پھر ہم کس خوش فہمی میں ہیں؟ ہم کیوں یہ سوچتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے نہیں؟ یہ سوچ کی خرابی ہے۔ لہٰذا سوچ کی اصلاح کرنی ہے اور سوچ کی اصلاح تبھی ہوگی کہ جو پڑھیں خود کو اس situation میں لے جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیوں بے ہوش ہوتے تھے؟ رسول اللہ ﷺ کے دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم کیوں صدمے سے لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے؟ آنکھیں کیوں آنسو بہاتی تھیں؟ اس لیے کہ وہ خود کو situation میں لے جاتے تھے، آگ کو اپنے اوپر محسوس کرتے تھے، اس عذاب کو دل سے مانتے تھے کہ یہ سب کچھ پیش آنے والا ہے، اس لیے ان کی سٹی گم ہو جاتی تھی کہ یہ ہونے والا ہے اور اگر ہو گیا تو پھر کیا کریں گے؟ لہٰذا وہ اس سے بچتے تھے اور ہم جہنم کا تذکرہ سننے سے بچتے ہیں۔ اگر سننے سے بچیں گے، اگر پڑھنے سے بچیں گے تو پھر غلط کام کرتے چلے جائیں گے۔ یہ جاننا ہماری ضرورت ہے اس لیے ہمارے مالک نے ہمیں اس کے بارے میں بتایا۔

جہنم کا ایک اور عذاب جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں بتایا، وہ **گرزوں اور ہتھوڑوں کی مار کا عذاب** ہے۔ دنیا میں یہ چہرہ، یہ سر کتنی عزت والا ہے! اور مار تو ہم کسی بھی طرح کی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ہم کسی کی ایک بات بھی سہہ نہیں سکتے۔ کوئی ہمارے چہرے پہ اگر تھپڑ مارنا چاہے تو سوچیں کیا کیفیت ہو؟ اور جہنم میں جانے والے وہ تمام افراد جن کو دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بڑی عزت دی، بڑا وقار کا

مقام دیا، اقتدار ہے، اختیار ہے، دولت ہے، لوگ عزت کرتے ہیں، چاہتے ہیں اور اگر یہ ساری عزت خاک میں مل گئی، آگ کی نظر ہوگئی تو پھر کیا ہوگا؟ اور اگر غریب کا بچہ بھی ہو تو عزتِ نفس تو ہر ایک کے اندر ہے۔ اپنے آپ کو ذلیل و رسوا تو کوئی بھی نہیں کرنا چاہتا، یہ اور بات کہ کوئی غم کے گھونٹ پی کر رہ جائے کہ دنیا میں اتنی ہستی نہیں ہے کہ کسی کو کچھ کہہ سکیں لیکن یہ مار برداشت کرنا کتنا مشکل کام ہے! جہنم میں ہتھوڑوں سے مارنے کا عذاب بھی ہوگا۔ قرآنِ حکیم میں آتا ہے:

وَلَهُم مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ (الحج:21)

''کافروں کو مارنے کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے۔''

اسی طرح جہنم میں **زہریلے سانپوں اور بچھوؤں سے ڈسنے کا عذاب** بھی ہوگا۔ یہ سانپ اور بچھو کیسے ہیں؟ دنیا کے سانپ اور بچھوؤں کو دیکھیں تو شاید ہم زیادہ بہتر understand کر سکیں۔ بعض سانپوں کی شکلیں ایسی ہوتی ہیں کہ دور سے ہی خوف آتا ہے۔ مثلاً فرض کریں اگر اِدھر سے ایک اژدھا آجائے اور ایک اُدھر سے آجائے تو کیا کیفیت ہوگی؟ ایک صبح میں واش روم گئی تو اچانک ایک چھپکلی اوپر سے آن گری۔ اب چھپکلی کا گرنا کوئی ایسا کام نہیں، چھپکلی اتنی خطرناک بھی نہیں جتنا سانپ لیکن آپ سوچیں کہ اچانک اوپر سے سانپ نیچے آجائے تو کیا کیفیت ہوگی؟ ہم میں سے کوئی بھی بیٹھا رہ جائے گا؟ ہر ایک کو جان کی فکر پڑ جائے گی کیونکہ اس وقت آنکھوں سے دیکھ لیں گے لیکن اللہ تعالیٰ اگر سانپوں کی بات کرتا ہے تو کتنے اطمینان سے بیٹھے رہ جاتے ہیں! کتنے مطمئن رہتے ہیں بالکل ایسے کہ جیسے کچھ ہونے والا ہی نہیں۔

دنیا کے حوالے سے اگر ہم دیکھیں کہ دنیا کے سانپ کیسے ہیں؟ فرانس کے جنوب میں واقع ایک مرکز ہے جو سانپوں پر ریسرچ کرتا ہے۔ اس مرکز نے کچھ رپورٹس شائع کیں جن

کے مطابق ڈیڑھ میٹر لمبا ایک سانپ ایسا ہے جو اپنے زہر سے بیک وقت پانچ آدمیوں کو ہلاک کرسکتا ہے۔اسی طرح فروری 1999ء میں جامعہ ملک سعود ریاض میں طلباء کے لیے ایک تعلیمی نمائش منعقد ہوئی جس میں دنیا کے مختلف انتہائی زہریلے سانپوں کو جو شیشوں میں بند تھے پیش کیا گیا تھا اوران کے بارے میں کچھ معلومات بھی مہیا کی گئی تھیں۔اس میں ایک arabian کوبرا تھا جو عرب ممالک میں پایا جاتا ہے۔اس کا صرف 20 ملی گرام زہر 70 کلو گرام کے آدمی کو ہلاک کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔اسی طرح رِنگ کوبرا پاکستان میں بھی پایا جاتا ہے۔اگر وہ کسی کوڈس لیتا ہے تو ایک سیکنڈ بھی نہیں لگتا یعنی اُسے کوئی بچا ہی نہیں سکتا۔اللہ تعالیٰ بچانا چاہے تو یہ اور بات ہے ورنہ یہ کہ وہ جونہی ڈستا ہے انسان بالکل اسی جگہ ڈھیر ہوجاتا ہے۔اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ انتہائی زہریلے سانپ جو دنیا میں پائے جاتے ہیں اُن میں انڈونیشیا کا ایک سانپ ہے جو صرف انسان کی آنکھوں کی طرف تھوک پھینکتا ہے اور جونہی کہ وہ مادہ اس کی آنکھ کو لگتا ہے،انسان ہلاک ہوجاتا ہے۔(اردو نیوز،جدہ 17 اگست 1999ء)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جہنم کے سانپ ایسے ہیں ان کا قد اونٹ کے برابر ہوگا اور اس کے ایک بار ڈسنے سے چالیس برس تک تکلیف محسوس ہوتی رہے گی۔“ (مسند احمد)

آپ دیکھئے کہ انسان کی شعوری زندگی maximum کتنی ہے؟اور اگر پوری زندگی انسان اسی طرح تکلیف محسوس کرتا رہے؟ایک عام زہریلا سانپ اگر ڈس لے تو انسان پر بے ہوشی طاری ہوجاتی ہے،اس کے جسم کا وہ حصہ مفلوج سا ہوجاتا ہے اور ناک،کان حتیٰ کہ آنکھوں سے بھی خون بہنا شروع ہوجاتا ہے۔یہ دنیاوی سانپ کے کاٹے کے اثرات ہیں۔اللہ تعالیٰ کے سانپ جب کاٹیں گے تو کیا ہوگا؟کیسی کیفیت ہوگی؟دکھ،تکلیف یعنی

آنکھوں سے خون جاری ہو جائے گا، ناک سے بھی، منہ سے بھی۔ ایک بار کے کاٹنے سے اتنی بری تکلیف کہ مدہوش ہو جائیں گے لیکن پھر اوپر گرم پانی انڈیلا جائے گا، پھر انسان کو آگ کی لپٹیں اپنے گھیرے میں لیں گی، ہوش آئے گا پھر اسی طرح کے سلسلے جاری رہیں گے۔

جہنم کا ایک بہت بڑا عذاب **جہنمی کا انتہائی موٹا جسم** ہے۔ دنیا میں بھی ہم feel کرتے ہیں کہ جس کا بدن heavy ہو جائے، تھوڑا زیادہ موٹا ہو جائے تو چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ گھٹنوں کی تکلیف ہو جاتی ہے، دل کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے، وہ شوگر کا مریض بن جاتا ہے۔ پھر اسی طرح اور بہت سارے امراض انسان کو لاحق ہو سکتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ سارے ہی لاحق ہوں اور ضروری نہیں کہ ایک بھی لاحق ہو لیکن بہر حال ایسا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عذاب دینے کے لیے ایک طریقۂ کار یہ بھی اختیار کرے گا کہ انسانی جسم کو بڑھا دے گا۔ کتنا؟ اس کے بارے میں جب ہم نبی ﷺ کے ارشاد کو دیکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”جہنم میں ایک کافر کا دانت اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا۔“ (صحیح مسلم: 7185)

ذرا اندازہ کریں کہ منہ کتنا بڑا ہوگا؟ اسی طرح بعض کافروں کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے:

”ان کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔“ (صحیح مسلم: 7185)

”اور بعض کی موٹائی بیالیس ہاتھ (تقریباً 63 فٹ) کے برابر ہوگی۔“ (جامع ترمذی: 2577)

جتنا جتنا کسی کے جرائم ہوں گے، اتنا اتنا اس کا جسم پھیلا دیا جائے گا۔ جب جسم کی range بڑھتی ہے تو تکلیف کی range بھی تو بڑھتی ہے۔ اتنی زیادہ شدت کے ساتھ تکلیف بھی محسوس ہوگی اور یہ بات بھی ہے کہ تکلیف outer skin زیادہ feel کرتی ہے

اورskin ایسی چڑھادی جائے گی موٹی، بھدی اور بدنما کہ ایک دفعہ چڑھے گی اور پھر اگلی بار اور موٹی، پھر اگلی بار اور موٹی، اور اتنا ہی زیادہ انسان تکلیف محسوس کرے گا۔آپ نے کبھی گینڈے کو دیکھا ہے؟اس کی پشت دیکھیں،اس کا چہرہ، کیسی عجیب طرح کی کھال ہوتی ہے! اسی طرح کسی بدنما کھال والے جانور کو اپنے اوپر رکھ کر دیکھیں کہ اگر ایسی کھال ملے گی تو پھر کیا ہوگا؟ کیا مرنے کا یقین آتا ہے؟ موت کے بعد کی زندگی کا یقین آتا ہے؟ تصور کی آنکھ سے اپنے آپ کو کبھی جہنم میں پڑے ہوئے دیکھتے ہیں؟ایک بار سوچ کر دیکھیں، اپنے آپ کو وہاں لے جاکے دیکھیں، زندگی کا نقشہ بدل جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑا ہی نرم و نازک جسم عطا کیا ہے۔اتنا نرم کہ صرف 36,37 ڈگری سینٹی گریڈ کے درمیان اگر ٹمپریچر رہے تو انسان صحت مند رہتا ہے لیکن اگر اس سے کم ہو جائے یا زیادہ تو اس کے لیے نارمل ہونا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔مثلاً بخار ہوتا ہے تو انسان کیسا feel کرتا ہے؟ بہت تیز بخار ہو تو ایسا لگتا ہے کہ آنکھ سے بھی آگ نکل رہی ہے، کانوں سے بھی، لگتا ہے کہ ذہن اور جسم کا ہر حصہ آگ ہی آگ ہو گیا۔اسی طرح اگر انسان کا ٹمپریچر down ہو جائے تو ایسا لگتا ہے جیسے ہر چیز بالکل برف ہو گئی، بالکل cool ہو گئی۔جہنم میں دو طرح کے عذاب ہوں گے: ایک تو شدت کی حرارت کا عذاب اور دوسرے **سخت سردی کا عذاب**۔جہنم کے ایسے حصے کو زمہریر کہتے ہیں جہاں ٹھنڈک کا عذاب ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”(گرمی کے موسم میں) شدید گرمی کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا کان اور اپنی آنکھ آسمان والوں اور زمین والوں کی طرف لگا دیتے ہیں۔جب کوئی بندہ کہتا ہے **لا الٰہ الا اللہ** آج کے روز کتنی سخت گرمی ہے۔یا اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے پناہ دے تو اللہ تعالیٰ جہنم سے فرماتے ہیں: میرے بندوں میں سے ایک

بندے نے تجھ سے میری پناہ طلب کی ہے۔میں تجھے (یعنی جہنم کو) گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے پناہ دے دی ہے اور جب شدید سردی کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا کان اور اپنی آنکھیں آسمان والوں اور زمین والوں کی طرف لگا دیتے ہیں۔جب کوئی بندہ کہتا ہے لا الٰــہ الا اللہ آج کے روز کتنی سخت سردی ہے۔یا اللہ! مجھے جہنم کے طبقہ زمہریر کی سردی سے پناہ دے تو اللہ تعالیٰ جہنم سے فرماتے ہیں: بے شک میرے بندوں میں سے ایک بندے نے مجھ سے تیرے (طبقہ) زمہریر سے پناہ مانگی ہے۔پس میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے پناہ دے دی۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "جہنم کا طبقہ زمہریر کیا ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ کافر کو اس میں ڈالے گا تو اس کی شدید سردی سے ہی کافر اس کو پہچان جائے گا (کہ یہ زمہریر کا عذاب ہے)۔سردی اور گرمی دونوں جہنم کے عذاب ہیں۔" (بیهقی،النهایة فی الفتن والملاحم،الجزء الثانی: 307)

آپ اس عذاب کو یوں تصور کر کے دیکھیں،کبھی آپ نے visit کیا ہو کسی ایسے علاقے کا جہاں snow falling ہوتی ہے۔عین شدت کی ٹھنڈ میں آپ برف پر ننگے پاؤں چل کے دیکھیں،انسان برداشت ہی نہیں کر سکتا۔شدت کی ٹھنڈ میں تو اپنے علاقے میں،گرم علاقے میں ہونے کے باوجود ننگے پاؤں اگر انسان چلے تو اس کا حال خراب ہو جاتا ہے اور سوچیں کہ اگر ایسی ٹھنڈک ہو جس میں انسان کا خون اندر ہی اندر جم رہا ہو تو کیا حالت ہو جائے؟ جب انتہائی سردی ہوتی ہے تو انسان اس کی شدت کی وجہ سے کیسا محسوس کرتا ہے؟ دانت بجنے لگتے ہیں،منہ سے بھاپ نکلنے لگتی ہے اور انسان اس سے بچت کے

لیے ایسے dresses پہننا چاہتا ہے جن کی وجہ سے سردی کی شدت کم ہو جائے لیکن کیا اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شدت کہیں کم ہونے والی ہے؟ کہیں نہیں۔

جو لوگ سیاچن اور ایسے علاقوں میں جاتے ہیں جہاں ٹمپریچر 20- یا اس سے بھی کچھ کم ہوتا ہے، بہت سے ایسے علاقے ہیں جہاں پر 40- تک بھی ٹمپریچر ہے۔ وہاں عام انگلی اگر باہر رہ جائے تو وہ وہیں فریز ہو جاتی ہے، خون جم جاتا ہے، پھر وہ انگلی کام کی نہیں رہتی۔ اسی وجہ سے وہاں پر جانے والوں کو ایسے dresses دیئے جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ جم جانے سے بچ جائیں، برف کے ساتھ برف نہ ہو جائیں۔

ہم جہنم سے اپنے آپ کو کیسے بچائیں گے ؟ سردی کا عذاب ہو یا گرمی کا، سانپ کے کاٹے کا ہو یا ہتھوڑے کا، آگ کا عذاب ہو یا ناگ کا، کیسے بچائیں گے؟ کیا سوچتے ہیں؟ کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے تو سہی لیکن میرے لیے نہیں۔ یقیناً ہمیں اس کے بارے میں غور کرنا ہے، اللہ تعالیٰ سے پناہ بھی مانگنی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مسلسل ایسی محفلیں بھی منعقد کرنی ہیں جن کے توسط سے اللہ تعالیٰ کی آگ کے بارے میں، اس کے عذاب کے بارے میں بھی سنیں، اس کی جنت کے بارے میں بھی اور پھر اتنا سنیں، اتنا پڑھیں کہ پھر زندگی میں یہ سوچ راسخ ہو جائے، اسی انداز سے سوچنے لگیں۔ ایک طرف جنت کو پانے کے لیے دل میں تمنا اور رغبت کو بیدار کریں اور دوسری طرف جہنم سے بچنے کے لیے زیادہ سے زیادہ ایسے کام کریں جو جہنم سے دور لے جانے والے ہوں، آگ سے بچانے والے ہوں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے لیے دو خوبصورت باتیں بتائی ہیں: ایک تو یہ کہ صدقہ کرو اور جہنم کی آگ سے بچ جاؤ اور دوسرے یہ کہ دوسروں کو اچھی بات بتا دو، نیکی کا کلمہ، کلمۂ خیر۔ یعنی دوسروں کو دین کی دعوت دیں اور اس طرح اپنے آپ کو بچالیں۔ اللہ

تعالیٰ ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچالے۔(آمین)

قرآنِ حکیم میں کتنی سچی بات، کتنی سچی دُعا ہمیں سکھائی گئی کہ جہنم کیسا مقام ہے؟ سورۃ الفرقان میں بتایا گیا کہ اہلِ ایمان یوں دُعائیں کرتے ہیں:

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ق صلے اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ق صلے اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (الفرقان:66,65)

”اے ہمارے ربّ! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔ یقیناً اس کا عذاب جان کالا گو ہے۔ یقیناً وہ بہت بُرا ٹھکانہ اور بہت بُرا مقام ہے۔“

اے اللہ! تو ہمیں اس جہنم کی آگ سے بچالینا۔ اے اللہ! دنیا میں ہمیں اس احساس کو اپنے اندر راسخ کرنے کی توفیق عطا فرمانا کیونکہ یہی احساس ہمیں اس جہنم سے بچاؤ میں مدد دے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔

(سی ڈی سے تدوین)

النّور انٹرنیشنل

انسٹیٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن اینڈ ریسرچ

النورانٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن اینڈ ریسرچ ایک غیر تجارتی دینی تعلیمی ادارہ ہے جہاں خواتین، بچیوں اور بچوں کو قرآنِ پاک اور حدیثِ نبوی ﷺ کے ذریعے اسلام کی بنیادی تعلیمات کا علم دیا جاتا ہے اور طالبات کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ اپنے معاشرے کے افراد کو بھی اس علم سے روشناس کروانے کے لیے مؤثر کردار ادا کر سکیں۔

امتیازی خصوصیات:

1۔ تعصّبات سے پاک اور غیر فرقہ وارانہ دینی تعلیم و تربیت۔

2۔ تعلیمی کاوشوں کے ساتھ ساتھ تربیتی ماحول کی فراہمی۔

3۔ کلاس روم میں جدید سمعی و بصری آلات کا استعمال۔

4۔ معروف اسلامی اسکالرز کے لیکچرز کا اہتمام۔

5۔ طالبات کے لیے ہاسٹل کی سہولت۔

6۔ ویب سائٹ کے ذریعے آن لائن کلاس کی سہولت۔

7۔ مستحق طالبات کے لیے بغیر کسی معاوضے کے تعلیم کا بندوبست۔

8۔ شعبۂ ریسرچ میں مختلف موضوعات پر تحقیقی مواد کی اشاعت۔

النور کے مراکز:

الحمدللہ النورانٹرنیشنل کے مراکز مؤثر طریقے سے مندرجہ ذیل شہروں میں کام کر رہے ہیں:

☆ لاہور ☆ فیصل آباد ☆ بہاولپور ☆ ملتان

کورسز کا تعارف:

الحمدللہ اسلام کی دعوت وتبلیغ کا یہ سلسلہ النور انٹرنیشنل کے تحت مختلف کورسز کے ذریعے جاری ہے:

اوقاتِ کار	تعلیمی قابلیت	دورانیہ	کورسز
Morning	کم ازکم بی اے	18ماہ	ایڈوانس ڈپلومہ ان اسلامک ایجوکیشن
Morning	کم ازکم ایف اے	18ماہ	ڈپلومہ ان اسلامک ایجوکیشن
Morning	کم ازکم ایف اے	18ماہ	نورالقرآن
Morning	کم ازکم میٹرک	18ماہ	فہم القرآن
Evening	کوئی قید نہیں	اڑھائی سال	فہم دین (ہفتے میں 4دن)
Morning	کم ازکم میٹرک	2ماہ	Towards Understanding of Islam
Evening		ہفتہ وار کلاس	Towards Noor

شارٹ کورسز:

قرآنِ مجید کی مختلف سورتوں، حدیث، سیرت اور تربیت کے حوالے سے وقتاً فوقتاً مختلف شارٹ کورسز آفر کیے جاتے ہیں تاکہ اسلامی اقدار وروایات کی صحیح سمجھ پیدا کی جاسکے۔

بچوں کے لیے **Light of Islam** کورس: گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران خصوصی طور پر

بیس روزہ لائٹ آف اسلام کورس شہر کے مختلف علاقوں میں کروایا جاتا ہے۔کورس کی کتابیں مومن کمیونی کیشنز پر دستیاب ہیں۔

النور ریسرچ ونگ:

النور سے فارغ التحصیل طالبات علم میں پختگی کے لیے ریسرچ ونگ سے منسلک ہو جاتی ہیں اور مختلف اصلاحی موضوعات پر قرآن وحدیث کے تحقیقی مواد اور اسلاف کی زندگیوں اور ان کے علمی سرمائے سے استفادہ کرتی ہیں۔یوں بیک وقت اپنے لیے اور اپنے معاشرے کے لیے علم وہدایت کی راہوں کو آسان کرنے میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔

النور پبلی کیشنز:

قرآن وحدیث کی تعلیم کو عام کرنے اور قارئین تک اصلاح وتربیت کی یہ دعوت پہنچانے کے لیے النور پبلی کیشنز کے تحت درج ذیل پراجیکٹس پر کام کا بھرپور آغاز ہو چکا ہے:

☆**قرآناً عجبا** (پارہ1 تا30) قرآنِ حکیم کی تفسیر سوال جواب کی صورت میں

☆**فیہ ذکرکم** (پارہ1 تا30 تین جلدوں میں) قرآنِ حکیم کے ہر رکوع کا جائزہ نو نکات کی روشنی میں: رکوع ایک نظر میں، پسندیدہ رویئے، ناپسندیدہ رویئے، تعلق باللہ، تعلق بالرسول، مقصدِ زندگی، انجام، ہم کیا کریں؟ اور جائزے کے سوالات۔

☆ طالبات کے لیے قرآن پاک اور کورس کی کتب کی پرنٹنگ۔

☆ قرآن، حدیث، سیرت اور اصلاح وتربیت سے متعلق موضوعات پر کتب، کیسٹس، سی ڈیز، کارڈز اور سٹیکرز کی اشاعت۔

النور ساؤنڈ اینڈ ویژن:

سامعین تک نور کا پیغام پہنچانے کے لیے قرآن وحدیث کے باقاعدہ تعلیمی لیکچرز،

تلاوت، دُعاؤں، تربیتی لیکچرز اور بچوں کے لیے اناشید اور نظموں پر مشتمل سی ڈیز اور کیسٹس کی تیاری کا سلسلہ جاری ہے۔

☆ تعلیم القرآن کا (52 سی ڈیز پر مشتمل) مکمل سیٹ موجود ہے۔

النور ویب سائٹ:

النور ویب سائٹ کے ذریعے قرآن کلاسز کی Live Audio Broadcasting کی جارہی ہے تا کہ دنیا میں کہیں بھی موجود افراد قرآنِ حکیم کی تعلیمات سے ایسے ہی مستفید ہو سکیں گویا وہ کلاس کے اندر ہیں۔ دن اور رات کے مختلف حصوں میں دوبارہ broadcasting بھی کی جاتی ہے۔ اسی طرح یہ لیکچرز سائٹ سے Free Download بھی کیے جا سکتے ہیں۔

ربّ کی طرف بُلانے اور کامیابی کے راستے پر چلانے کے اس مشن میں ہمارا ساتھ دیجئے!

☆ النور میں داخلہ لے کر اور قرآنِ حکیم وحدیثِ رسول ﷺ سیکھ کر۔

☆ تربیتی پروگرامز منعقد کروانے میں تعاون کر کے۔

☆ اپنے گھر میں کوئی شارٹ کورس کروا کر۔

☆ کسی مستحق طالبہ کے تعلیمی اخراجات کی ذمہ داری اٹھا کر۔

☆ قرآن وحدیث کی تبلیغ واشاعت میں حصہ ڈال کر۔

☆ سماجی بہبود کے کاموں میں حصہ ڈال کر۔

النور کو دی جانے والی رقوم اور عطیات انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔ عطیات درج ذیل اکاؤنٹس میں جمع کروائے جا سکتے ہیں:

gf Ñõ Ẕv ç ™J yẔ 02010200003902 : $ f»Z

النور کمپلیکس:

النور انٹرنیشنل کی بڑھتی ہوئی تعلیمی ،دعوتی اور تحقیقی سرگرمیاں اور لاہور، فیصل آباد، ملتان اور بہاولپور میں طالبات کی روز بروز بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظران شہروں میں فوری النور کمپلیکس کی عمارت کی تعمیر کا منصوبہ زیرِغور ہے۔فی الحال چاروں شہروں میں یہ انسٹیٹیوٹس کرائے پر حاصل کردہ عمارتوں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔آپ کی دُعائیں، توجہ اور تعاون خیر کے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہوگا۔(انشاءاللہ) یہ کمپلیکس لیکچر ہال، آڈیٹوریم، کلاس رومز، آفسز گیلری، لائبریری، ریسرچ ونگ، کمپیوٹر لیب، ریکارڈنگ سیکشن، پبلشنگ سیکشن، ویب سیکشن، ہاسٹل اور کڈز کیمپس پر مشتمل ہوگا۔

اس کارِعظیم میں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔اپنی زکوٰۃ وصدقات کے ذریعے النور کی تعمیر میں اپنا اپنا حصہ ڈالئے۔جتنی زندگیاں یہاں دین کی تعلیم کے اثر سے سنوریں گی، النور کی بنیادوں میں لگا آپ کا سرمایہ آپ کے آخرت اکاؤنٹ میں قیامت تک اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

خود بھی اس کارِخیر میں حصہ ڈالئے

اور اپنے عزیزوں، رشتہ داروں کو بھی اس طرف توجہ دلایئے۔

تعلیم القرآن کورس

قرآنِ مجید سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں

قرآنِ مجید کا ہر رکوع مندرجہ ذیل نکات کی روشنی میں پڑھایا گیا ہے:

1 ۔ لفظی ترجمہ

2 ۔ بامحاورہ ترجمہ

3 ۔ الفاظ کی وضاحت

4 ۔ اصطلاحات

5 ۔ مقاصد

6 ۔ تفسیر سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں

رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کو صحابہ اکرام رضی اللہ عنہ کی زندگیوں میں اُتارنے کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا۔ صحیح احادیث اور واقعات سیرت کی روشنی میں اُسی طریقہ کار کی پیروی کرنے کی کوشش کی جارہی ہے

7 ۔ رکوع ایک نظر میں

- تعلق باللہ
- تعلق بالرسول
- مقصد زندگی
- انجام

8 ۔ ہم کیا کریں؟

9 ۔ ہوم اسائنمنٹ